رجسٹرڈ ایل ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دارالامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیاں بینی
دو بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳	۲۴ شوال المکرم ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء	جلد ۷

بقیہ خط منظوم بتائید پیغام بیعت

بقیہ اشعار اقبال

لمئے یہ دل ہو میرے پہلو میں
تو یہ سمجھے کہ دہریا ہوں میں
اہل دل کو ہمارے مطلب
سب بزرگوں کی خاک پا ہوں میں
فیض اقبال ہے اسی در کا
بندہ شاہ لافتیٰ ہوں میں

حامد

عقدۂ عقل و دل کو مجھ سے پوچھ
اسکا حق سے گرہ کشا ہوں میں
گنج اسرار جس کا سینہ ہے
اُس کا اب روپ بنگیا ہوں میں
احمد مجتبیٰ کا ہوں میں غلام
لطف احمد سے مجتبیٰ ہوں میں
وحی قرآن پاک کی رو سے
عقل اور دل کو جانچتا ہوں میں
ایسی عقلوں کا اعتبار ہے کیا
جنکو گمراہ دیکھتا ہوں میں
حق کا شاہد ہے تمھیں خدا کا کلام
ثراؤ خدا انکو جانتا ہوں میں

مجھکو بخشا گیا ہے پاک ادراک
وارث علم انبیا ہوں میں +
عقل ہے بے رفیق درماندہ
وحی حق کا ثنا سرا ہوں میں
عقل کی کیا مجال ہے اسکے
یہ کہے اس قدر رسا ہوں میں
دید حق ہو نہ جس میں علم وہ کیا
ایسے علموں کو کیا سرا ہوں میں
چشمۂ علم پاک ہے قرآں
وہ ہدیٰ تابع ہدیٰ ہوں میں
عقل کو جو کہ روشنی بخشے
اس کا دعوی ہے وہ ضیا ہوں میں
عقل بھولے تو رہ نما ہے وہ
اُس سے اسوقت آشنا ہوں میں
اُس سے جو فیضیاب ہوں آکر
ایسی عقلوں کو ڈھونڈتا ہوں میں
ہوں مفسر علوم قرآں کا
مہبط وحی کبریا ہوں میں
رہبری راہ حق کی ہو جس سے
ہاں وہ مرد خجستہ پا ہوں میں
مجھکو کیا غم کوئی کرے تحقیر
مظہر شان ذوالعلیٰ ہوں میں
قطرۂ خوں دل کو گم کرکے

راز ہستی کو پا گیا ہوں میں
جس کی دلکو تلاش رہتی ہے
اسکو آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں
رحمت عالمین محمد جو دم
پھر اسی دم کو دیکھتا ہوں میں
جس اندھیرے سے دل ہوے تاریک
اُس اندھیرے کا چاندنا ہوں میں
جن سے ظاہر ہے نور حق ہو پدید
اُن کے باطن کو دیکھتا ہوں میں
علم حق سے ہے معرفت حق سے
اے خدا جو حق نما ہوں میں
علم جس کی ہے انتہا راحت
اب وہی علم دے رہا ہوں میں
جسکو حق نے کہا سراج منیر
بزم کا اُس کی اک دیا ہوں میں
دل احمد ہے عرش رب جلیل
عشق میں اُسکے تیں فنا ہوں میں
گلشن احمدی کی مجھ سے بہار
اُس کی کشتی کا ناخدا ہوں میں
میں زمان و مکان سے ہوں آزاد
اُسکے دامن سے بندھگیا ہوں میں
جب کھلے گی تجھے حقیقت دل
خود کو سمجھے گا دہریا ہوں میں

بالکل زائل کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بڑے سخت دل ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کی سخت دلی بہت بڑھی ہوئی ہے اور وہ کئی قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہے اس لئے انہوں نے اکثر عفو کی تعلیم دی اور اخلاق کی تجدید کی۔ یہ کہنا کہ انجیل ہی میں اخلاق بھرے ہوئے ہیں سخت غلطی ہے کیا پہلے نبیوں کی کتابیں جو اس سے زیادہ ہیں وہ سب اخلاقی تعلیم سے خالی ہیں؟ ہرگز نہیں مسیح نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی اور نہ نئی شریعت پیش کی یہودی اب تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ لیا ہمارے ہی صحیفوں سے لیا ہے چنانچہ ایک یہودی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کون کونسے فقرے عیسیٰ علیہ السلام نے کس کس کتاب سے لئے ہیں۔

غرض سچی تعلیم کی نشانی یہ ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا ہے اور اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو ورنہ فروع میں اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ اختلاف نہیں کہلاتا۔ اور اگر فروع میں جو اختلاف بھی ہو تو اس کی مثال ایسی ہی ہے ......

.... ورق .... کہ گرمیوں میں اور کپڑا ہوتا ہے سردیوں میں اور۔ فروعات میں تبدیلیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔

ایسا ہی مثلاً ایک زمانہ تھا کہ شراب جیسی خبیث چیز کو لوگ بے دریغ پیتے تھے اور پھر وہ زمانہ آپ کا آ گیا کہ اس کی بیخ کنی کی جاوے حضرت دانیال کو کہا گیا کہ آپ شراب پئیں تاکہ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاوے اور بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ جس کا چہرہ سرخ نہ ہوگا وہ مارا جاوے گا پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ شراب پیو مگر میں ساگ پات کھاتا ہوں اور دیکھنا کہ کس کا چہرہ زیادہ سرخ ہوتا ہے چنانچہ جب آپ آئے تو سب سے زیادہ آپ کا چہرہ سرخ تھا۔

پوچھا گیا کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو شریعت کے ماننے کا کیوں حکم نہ دیا؟ فرمایا کہ وہ خود شریعت کو مانتے تھے اور شاگردوں کو ماننے کے لئے فرمایا اگر ان کے وقت میں شریعت منسوخ ہو گئی ہوتی تو یہ کیوں فرماتے کہ فریسی اور فقیہ جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں وہ جو کہیں سو کرو۔ اور جو وہ کریں وہ نہ کرو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شریعت توریت کی بحال تھی اور انجیل میں بذات خود کوئی شریعت نہیں تھی

مسیح موعود کا ذکر قرآن میں

عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح موعود کے متعلق قرآن میں کہاں کہاں ذکر ہے فرمایا۔ سورۃ فاتحہ سورۃ نور۔ سورۃ تحریم وغیرہ میں سورۃ فاتحہ میں تو **اهدنا الصراط المستقیم** سورۃ نور میں **وعد الله الذین امنوا منکم** الآیۃ سورۃ تحریم میں جہاں مومنوں کی مثالیں بیان کی ہیں ان میں فرمایا **ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا**۔

مومنوں کی دو مثالیں

فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس میں دو قسم کی عورتوں سے مثال دی ہے۔ اول فرعون کی بیوی کو اور ایک مریم سے۔ پہلی مثال میں یہ بتایا ہے کہ ایک مومن اس قسم کے ہوتے ہیں جو ابھی اپنے جذبات نفس کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں اور ان کی بڑی آرزو اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا ان کو اس سے نجات دے یہ مومن فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں کہ وہ بھی فرعون سے نجات چاہتی تھی۔ مگر مجبور تھی۔ لیکن جو مومن اس سے بڑھ کر اپنے تقوے اور طہارت کے بڑے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں اور احصان فرج کرتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ان میں عیسیٰ کی روح نفخ کر دیتا ہے۔ نیکی کے یہ دو مرتبے ہیں جو مومن حاصل کر سکتا ہے مگر دوسرا وہ بہت بڑھ کر ہے کہ اس میں نفخ روح ہو کر وہ بیٹے بن جاتا ہے یہ آیت صاف اشارہ کرتی ہے کہ اس امت میں کوئی شخص مریم صفت ہوگا کہ اس میں نفخ روح ہو کر عیسیٰ بنا دیا جاوے گا۔ اب کوئی عورت تو ایسی ہے نہیں اور نہ کسی عورت کے متعلق پیشگوئی ہے اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ اس امت میں ایک ایسا انسان ہوگا جو پہلے اپنے تقوے و طہارت اور احصان و عفت کے لحاظ سے صفت مریمیت سے موصوف ہوگا اور پھر اس میں نفخ روح ہو کر صفات عیسوی پیدا ہوں گی اب اس کی کیفیت اور لطافت براہین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام **مریم** رکھا پھر اس میں روح **صدق** نفخ کر کے مجھے عیسیٰ بنایا۔ مومنوں کی جو یہ دو مثالیں بیان کی گئی ہیں وہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہیں

پھر اس کے متعلق آپ نے جو فرمایا بارہا الحکم میں درج ہوا ہے آخر اس لطیفہ پر اس کو ختم کر دیا کہ مریم صفات والے کے لئے ضرور ہے کہ وہ عیسویت کے رنگ میں تبدیل ہو جاوے اگر اس آیت میں صرف مریم کا لفظ ہوتا تو بہت سے افراد ہو سکتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے احصان فرج اور نفخ روح کی قید لگا کر بتا دیا ہے کہ ایک ہی شخص ہوگا یہ ایک استعارہ تھا جو کسی کی سمجھ میں نہ آیا اس کے لئے یہی وقت مقدر تھا پھر عجیب ترتیبات یہ ہیں کہ مریم کو نفخ روح اور میرا نام عیسیٰ رکھنے کے الہاموں میں صرف ۹ یا ۱۰ ماہ کا فاصلہ ہے جو کہ مدت حمل ہے ان تمام ترقیات کا سلسلہ خدا کے ہاتھ میں ہے کسی کو کیا خبر ہے کہ کس طرح ایک بیج زمین کے اندر کیا کیا بن کر آخر کار ایک پتا بن جاتا ہے۔

۸ جنوری ۱۹۰۳ء

دربار شام

شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد اور سید عابد علی شاہ صاحب اور بعض اور آدمیوں نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضرت اقدس نے جماعت کو خطاب فرمایا:

زمانہ کی موجودہ حالت

اس پر آشوب زمانہ میں جو غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے اللہ تعالیٰ کے حدود کی پروا نہیں کی جاتی۔ اور یہ حالت اہل دنیا کی ہو رہی ہے کہ اگر ذرا سا نقصان بھی دنیا کا دیکھیں تو اس کے لئے دین کے بہت بڑے حصہ کو چھوڑ دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں طرح طرح کے امتحانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ انسان

کسطرح خدا سے بُعد اور دوری اختیار کرتا
اور اس کے اوامر و حدود کی پروا نہیں کرتا ہے
مثلاً عدالتوں کے موقعوں پر دیکھتے ہیں کہ کسطرح
معصیت کرتے ہیں ایسا ہی نفسانی جذبات
کے وقت خدا تعالیٰ کی عزت و عظمت کا کوئی
پاس نہیں کیا جاتا۔ پس ایسے وقت اور ایسی
حالت میں ہماری جماعت کے لئے یہی نصیحت
ہے کہ وہ خدا ترسی اور تقویٰ اختیار کریں۔
کیونکہ اس جماعت کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ
کا یہی مطلب ہے کہ سچی تقویٰ اور اخلاص جو بالکل
اٹھ گیا ہے اور سچا ایمان جو نہیں رہا اسکو
پھر قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ نیکی
اور تقوےٰ کا بیج ضائع کرے وہ جب دیکھتا
ہے کہ ایک فصل ضائع کی گئی ہے تو دوسرے
فصل طیار کر دیتا ہے پس یاد رکھو کہ

ہمارے مبعوث ہونے کی اصل غرض یہی ہے کہ پھر تقوےٰ کی زندگی بحال ہو

یہی قرآن شریف بتاتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و
انا لہ لحافظون۔ اسکا وعدہ اسی طرح
موجود ہے اور قرآن شریف ہی تازہ بتازہ محفوظ
ہے اور احادیث کا بھی جسقدر حصہ جو قرآن اور
سنت کے خلاف نہیں سو موجود ہے مگر جو
چیز نہیں رہی وہ یہی تقوےٰ ہے کلام
الٰہی پر ایمان لانا اور اس کے موافق عملی حالت
کو درست کرنا نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ
دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا نام لینے والا اور
اخلاص اور پاکیزگی سے عبودیت کا اظہار
کرنے والا نہیں رہا تو اسکی الوہیت تقاضا
کرتی ہے کہ ایک مردہ قوم کی بجائے ایک
زندہ قوم کو کھڑا کرتا ہے اسی غرض
کے لئے اسی سنت کے موافق اس نے
اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

نیکی کی حقیقت
ترک شر کا اور کسب خیر

یاد رکھنا چاہیئے کہ نیکی
کی حقیقت اتنی ہی
نہیں کہ بعض لوگ
کسی شر سے ذرا سا پرہیز
کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نیک ہیں حالانکہ
ایک کہتا ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی یا فلاں شخص
موجود نہ تھا و نہ میں نے اسکے گھر کو آگ نہیں لگا دی۔
ایسی شرارتوں سے بچنا درحقیقت کوئی اعلیٰ درجہ
کی نیکی نہیں ہے۔ بہت سے جانور بھی ایسے ملتے ہیں
جنہیں یہ صفات پائے جاتے ہیں۔ یہاں سیالکوٹ
نام ایک شخص تھا اس کے پاس ایک کتا تھا وہ
روٹیوں کے پاس بیٹھا رہتا تھا اور ہرگز نہ کھاتا
تھا۔ اور نہ کسی کو اٹھانے دیتا تھا۔ ایسا ہی ایک
بلی کی بابت سنا تھا کہ اسکو بھی ایسا ہی سکھلایا گیا
تھا۔ بعض لوگوں نے امتحاناً ایک کوٹھڑی میں
گوشت۔ حلوا وغیرہ جو اس کی مرغوب چیزیں
تھیں رکھ دیں اور اس کو بند کر دیا تین دن کے
بعد جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ چیزیں ثابت
پڑی ہوئی تھیں۔ اور بلی مری ہوئی تھی۔ انسانکو
ان واقعات کو سنکر شرم کرنی چاہیئے کہ ان جانوروں
نے انسان کے حکم کو ایسا مانا کہ جان دیدی
اور یہ انسان ہوکر خدا کے حکم کو نہیں مانتا۔
اسی طرح بہت سے کتے ایسے موجود ہیں کہ وہ
ویسی وفاداری کرتے ہیں کہ انسان خدا کے
ساتھ نہیں کرتا۔ جب اس میں وفاداری نہیں
ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے فیوض کیسے نازل ہوں۔
دیکھو انسان کو وہ قوے دئے گئے ہیں کہ دوسری
کو نہیں ملے۔ پھر بدی شر سے پرہیز کامل نیکی نہیں
ہو سکتی کیونکہ اس میں بہائم بھی شریک ہیں گھوڑے
بھی وفادار رہتے ہیں اور بہت سے کرتب کرتے
ہیں جبکہ جاتے ہیں چابک گر جاوے تو اٹھا کر
پکڑا دیتے ہیں۔ اسی لئے انسان کا یہ فخر کرنا کہ چند
گناہ جو خود اس سے چھوٹ گئے ہوئے ہیں نہیں کرتا یہ
تو بہائم سیرت انسانوں کا کام ہے جو موٹے موٹے
گناہ کرتے ہیں ایسے لوگ کتے بلی کی طرح ہوتے
ہیں جنھوں نے جب برتن کھلا دیکھا تو منہ مار لیا۔
اسی طرح وہ انسان انسان نہیں بلکہ کتے بلے
ہیں جو ایسی حرکات میں خدا کے احکام کی رعایت
نہیں رکھتے آخر وہ پکڑے جاتے ہیں اور زندان
میں بھیجے جاتے ہیں جیل خانوں کو جا کر دیکھو تو
معلوم ہوگا کہ کسقدر مسلمان ان میں ہیں کسی کا شعر ہے

حضرت انسان کہ حد مشترک را جامع است
می تواند شد مسیحا مے تواند خر شدن

خدا کے لئے تجلیات ہیں۔ بعض خدا
کی لہر کے دن ہوتے ہیں اسوقت انسان
خدا سے قوت پاتے ہیں اور بدیوں
سے بچنے کی انہیں ایک خاص توفیق ملتی
ہو یہ ایسی قوت پانے کے دن ہوتے ہیں اسلام
سے منع نہیں کرتا کہ حد اعتدال تک دنیا کی
کوشش کرو۔ مگر ایسا نہ ہو کہ دنیا ہی میں
منہمک ہو جاؤ بلکہ دنیا دین کی خادم ہو اور
اضطرار سے بچانے۔ دین ایسی دنیا کو روا نہیں
رکھتا کہ اس میں ایسا انہماک ہو اور غرق ہو
جاوے کہ دنیا دین کے لئے ابتلا بن جاوے
اور پھر خدا اور اس کے احکام سے اس قدر
غفلت اور لاپروائی پیدا ہو کہ نماز روزہ کا
خیال بھی نہ رہے۔

خدا تعالیٰ سے دور پھینکنے والی دنیا
کا سب سے بڑا حصہ اور دین سے نفرت
دلانے والا قرب سلاطین ہے جسقدر
ان کا قرب ہوتا ہے اسیقدر دل
سخت ہوتا ہے اور ایک قسم کا تکبر اور رعونت
بڑھتی ہے پس ہمیشہ ایسی راہوں سے بچنا چاہیئے
جو انسان کی عبودیت میں فرق ڈالنے والی
ہوں۔ بیشک تجارت والے تجارت کریں اور
ملازمت پیشہ ملازمت کریں مگر خدا کا خوف
رکھیں اور سوچیں کہ ان کے باپ دادا کہاں
گئے اور سوچیں کہ وہ عزیز و آشنا جو سالگذشتہ
میں ہمارے ساتھ تھے ان میں سے اب کتنے
باقی رہے ہیں۔

سال دیگر را کہ مے داند حساب
تا کجا رفت آنکہ با ما بود پار

کسیکو آیندہ کی کیا خبر ہے کہ کیا پیش آوے
اب طاعون ہی کو دیکھو کہ کیسی صفائی کر رہی
ہے۔ خدا کا وجود برحق ہے اس کی بلاؤں سے کوئی
دوسرا نجات نہیں دے سکتا جب تک وہ خود
فضل نہ کرے۔ اس لئے بہتر ہے کہ سچی تقوےٰ اختیار
کرو جب تک انسان توسن گھوڑے کی طرح
ہو مار کھاتا ہے لیکن جب ٹھیک ہو جاتا ہے
تو پھر اشارہ پر چلتا ہے پس عوام تو مار کھاتے
ہیں اور خواص پر وحی و الہام ہوتا ہے۔ اس
میں اشارہ ہی ہوتی ہے۔ اس حالت پر ہو کر
انسان گویا تعلیم یافتہ اسپ ہوتے ہیں
وہ اللہ تعالیٰ کے اشارہ پر چلتے ہیں مگر دوسرے
لوگ مار کھانے کے سوا کام نہیں کرتے جب
یہ مار کھانے کا زمانہ گذر جاتا ہے تب وحی کی
ضرورت ہوتی ہے اور وہ زمانہ آتا ہے۔ لیکن
یہ مرحلہ سہولت سے
طے نہیں ہوتا۔

تبدیلی کی ضرورت

تقوےٰ ایسی شے نہیں کہ جو صرف منہ سے پورا ہو جاوے بلکہ شیطان بہکاتا ہے جیسے ذرا سی شیرینی پر بھی چیونٹیاں آتی ہیں اور جمع ہو جاتی ہیں اسی طرح شیطان ذرا سا موقع پاکر بھی گرد ہو جاتا ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ تا انسان کو معلوم ہو جاوے کہ کوئی خود بخود عصمت اختیار نہیں کر سکتا جب تک خدا کی طرف سے طاقت نہ آوے جب طاقت آتی ہے تو فوراً تبدیلی کر لیتا ہے۔

دعا

تبدیلی کے لئے ضروری ہے۔ کہ دعا کیں کرتا ہے اور اس کیلئے بہتر ذریعہ نماز ہے یہی نماز ایک نلکی ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ خدا اس سے متصل ہو جاتا ہے اور شیطان کے زہر کو دور کر دیتا ہے دعا ہی ہے جس سے انسان پاک صاف ہو جاتا ہے دعا کرنے والے کو ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اپنے مالک کی تعریف و توصیف کرے۔ یہ ضروری ہے اگر کوئی ایک طرف حاکم سے مانگے اور دوسری طرف گالی دے تو اسے خاک ملیگا الٹا سزا پائیگا۔

اسی لئے سورہ فاتحہ میں پہلے الحمد للہ کہا گیا ہے پھر بتایا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ الرحمٰن ہے یعنے بغیر اعمال کے رحمت کرتا ہے پھر وہ الرحیم ہے یعنے اس کی رحمت ایسی ہے کہ کوشش پر بھی ثمرات مرتب کرتا ہے مالک یوم الدین ہے جزا و سزا اسکے ہاتھ میں ہے ان تعریفوں سے لازم آیا کہ بڑا خدا جو رب رحمٰن رحیم ہے وہ حاضر ناظر ہے اس لئے اب دعا کیوقت یہ کہا ایاک نعبد و ایاک نستعین پھر اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگو۔ سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی جنپر تیرے انعام و اکرام ہوئے گویا جو تیری مقبول راہ ہے اور جسپر چلکر تیرے تلطف کا یقین ہو ان لوگوں کی نہیں جنپر کوئی فیض اور فضل مرتب نہیں ہوا بلکہ مغضوب بنا دیتی ہے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا دین اور دنیا کی ساری حاجتوں پر حاوی ہے۔ کیونکہ کسی امر میں جبتک صراط مستقیم نہ ملے کچھ نہیں بنتا۔ طبیب کو زراعت کرنے والے کو غرض ہر انسان کو ہر کام میں صراط مستقیم کی ضرورت

بعض کہتے ہیں کہ انبیاء اس دعا کو کیوں مانگتے ہیں؟ انکو معلوم نہیں وہ ترقیات کے لئے مانگتے تھے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ غیر محدود ہے اسکے فیضان وفضل بھی غیر منقطع ہیں اس لئے وہ ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے

پس انسان کو وہ توفیق مانگنی چاہیے جو اس کی فطرت میں نیکی اور پاکیزگی پیدا کرے۔ اسکے بد فسق۔ فجور۔ زنا۔ چوری۔ طمع۔ حقارت۔ عجب۔ بخل اور دوسرے اخلاق رذیلہ کو پرہیز کرنے کی قدرت ملتی ہے اور پھر وہ اخلاق فاضلہ میں ترقی کرتا ہے۔ اخلاق فاضلہ کے دو حصے ہیں لوگوں سے محبت و اخلاق اور ہمدردی سے پیش آنا اور خدا سے محبت ذاتی سے پیش آنا۔ اور اس کی خدمت کے مضمون کو تلاش کرنا جس سے خدا راضی ہو جاوے جو لوگ ان باتوں کے کرنے والے ہوتے ہیں وہی مربی ہوتے ہیں اور انکے لئے خدا نے فرمایا لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اس سے زیادہ اور کیا چاہیے کہ خدا ان کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے ھو یتولی الصالحین حدیث صحیح میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ عبد مومن کے جوارح ہو جاتا ہے وہ اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے وغیرہ یہاں تک کہ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب لکھا ہے کہ جو اہل اللہ کو ستاتے ہیں خدا ان پر ایسے حملہ کرتا ہے جیسے کوئی شیرنی کے بچے کو اٹھائے تو شیرنی جھپٹتی ہے۔

غرض خدا کی رحمت سے فائدہ اٹھانا اسی پر موقوف ہے خدا تو سب کا ایک ہی ہے مگر جیسے جیسے اس کی طرف قدم بڑھاؤ وہ بھی بڑھتا ہے اور خاص قسم کی رحمتیں اور تائیدیں اور نصرتیں عصمت اور حفاظت کیلئے کرتا ہے اور وہ ایسی تائیدیں ہوتی ہیں جو ہر ایک کی نہیں ہوتی ہیں اور اسی لئے یہ نشان بنجاتی ہیں انبیاء پر بھی مصائب و مشکلات آتے ہیں مگر ان کی ایسی تائید اور نصرت ہوتی ہے کہ دوسرے حیران ہو جاتے ہیں دیکھو مکہ والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی کس قدر کوششیں کیں مگر آخر واللہ یعصمک من الناس ہی صحیح ثابت ہوا۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خدا کے منشاء کے موافق ہمارے اپنے آپ کو صاف کرے اور اسکی محبت و یاد کا سلسلہ جاری رکھیں اور اسکے لئے نماز سے بہتر کوئی چیز نہیں جو کم از کم ہر روز پانچ مرتبہ موقع ملتا ہے۔ وہ سمجھ لے کہ

بعد آتا ہے زکوٰۃ وہ دیتا ہے جسکے پاس مال ہو حج وہ کرتا ہے جو من استطاع الیہ سبیلا کا مصداق ہو۔ اس لئے نماز کو ہمیشہ وقت پر پڑھا جاوے اور اسکو ضائع نہ کیا جاوے۔

جب بار بار دعا کرو گے اور سمجھو گے کہ ایسی ذات کے سامنے کھڑے ہو جو ہر ایک دعا قبول کر سکتا ہے تو کوئی ساعت اور لحظہ دعا میں جوش پیدا ہو گا۔ اللہ تعالےٰ کے حضور دنیا کا سائل نہیں کوئی حاکم ہو یا کوئی ہو وہ نادار ہے کسی وقت خالی نہیں ہر ایک کا گھر اپنا خزانہ خدا کا ہے اسکے لئے صرف یقین کی حاجت ہے کہ میں ذلیل ہوں اور اسکے سامنے ہوں جو ابھی چاہے تو بیڑا پار کر سکتا ہے۔ پس جہانتک تضرع کر سکتا ہے کرے پھر وہ دیکھیگا کہ قبولیت ملتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ خدا ملتا ہے۔

قبولیت دعا

عرض کیا گیا کہ بعض کی دعا جو قبول ہوئی یہ کیا بات ہے؟ فرمایا قبولیت دعا دو قسم کی ہوتی ہے ایک بطور ابتلا دوسری بطور اصطفا۔ بطور ابتلا کے بھی اضطرار پر تو بعض ہندوؤں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ اصطفا کے طور پر صرف مومن کی دعا سنی جاتی ہے۔ اور یوں تو کیڑے مکوڑے کا بھی رزاق ہے۔

خطاب

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب ابو سعید عرب کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ چونکہ دور رہتے ہیں اگر کوئی پوچھے کہ کیا ثبوت ہے تو آپ کو یہی جواب دینا چاہیے کہ اس سلسلہ کی حقانیت کا ثبوت اسی طریق پر ہے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اسکی نبوت کو رد کرتے ہیں اور پہلی کتابوں میں پیشگوئی ہے یہ نظری ہے پھر لوگ جھگڑے کرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جو توریت میں ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں ایسا ہی مسیح کی پیشگوئی پر کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے اسی طرح اگر ہماری بابت پیشگوئیاں پیش کیجاویں تو وہی قسم کے جھگڑے پیش کر دیتے ہیں جیسے یہودی کرتے تھے۔ پھر ہم قرآن سے استنباط کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ ہماری ساتھ ہیں مسلم اسکو روایت اشیدہ ہماری ساتھ ہیں نزول المسیح میں جو ڈیڑھ سو نشان لکھا ہے کیا کوئی انکی تکذیب کر سکتا ہے۔ غرض اسپر آپ پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے رہے

۷ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

(صبح کی سیر)

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

عرب صاحب نے انگریزی قطع وضع کے متعلق ذکر کیا آپ نے فرمایا

انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو انگریزی لباس کو بہت تنگ اختیار کرتے ہیں کہ عورتوں کو بھی اس لباس اور وضع میں رکھنا پسند کرتے ہیں جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر دوسری اوضاع واطوار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند فرمایا ہے تکلفات سے منع کیا۔

چھری کانٹے سے کھانا

چھری کانٹے سے کھانے کے متعلق فرمایا کہ اسلام نے منع تو نہیں فرمایا ہاں تکلف سے الگ بات ہاں ایک فعل پر زور دینے سے منع کیا ہے اس خیال سے کہ اس قوم میں مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا اور یہ فعل اس لیے کیا کہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز صورتوں پر کھانا جائز ہے مگر بالکل اسکا پابند ہونا تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو ناجائز سمجھنا منع ہے کیونکہ آہستہ آہستہ انسان بہت تنگ تتبع کرتا ہے کہ انکی طرح طہارت بھی چھوڑ دیتا ہے من تشبہ بقوم فھو منھم سے یہی مراد ہے کہ التزاماً ان باتوں کو کرے ورنہ بعض وقت ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے میں خود بعض وقت میز پر کھانا کھا لیتا ہوں جبکہ ہجوم کی کثرت ہوتی ہے۔ اور بیٹھا لکھتا ہوتا ہوں اور ایسا ہی کبھی چٹائی پر کبھی چارپائی پر بھی کھاتا ہوں۔

تشبہ کے معنی یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لیا جاوے ورنہ ہمارے دین کی سادگی پر غیر اقوام نے بھی رشک کھایا اور انگریزوں نے بھی تعریف کی ہے۔ اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لیکر اختیار کیے تھے مگر اب رسم پرستی کی وجہ سے مجبور ہیں کہ ترک نہیں کر سکتے

ڈاڑھی (ریش)

پھر عرب صاحب نے ڈاڑھی کے متعلق پوچھا فرمایا یہ ہر ایک انسان کے دل کا خیال ہے بعض ڈاڑھی مونچھ منڈوا کر خوبصورتی سمجھتے ہیں مگر ہمیں اس سے ایسی سخت کراہت ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ ڈاڑھی کا جو طریق انبیا اور راستبازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے البتہ اگر بہت لمبی ہو تو ایک مشت رکھکر کٹوا دینی چاہیے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز عورت اور مرد کے درمیان رکھدیا ہے۔

اس پر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب قبلہ نے طاعون کے متعلق پلیگ کمشنر کی جدید کتاب کا حوالہ دیا کہ اس میں لکھا ہے کہ ڈاڑھی ہرگز نہ منڈائی جاوے ورنہ اگر زخم ہوا تو طاعونی مادہ فوراً اثر کریگا آپ نے فرمایا کہ استروں سے بھی بعض اوقات دوسرے زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے ہمیشہ استرے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے اور رفتہ یہ تو اسکا استعمال بہت خطرناک ہے تاہم مناسب بال کٹوانے چاہییں نہ کہ منڈوانے۔

پیشگوئیاں اور اجتہاد

فرمایا پیشگوئیوں کے لیے انسان کو یہ طمع ہرگز نہیں کرنی چاہیے کہ ایسی کھلی ہوں کہ نام ونشان لیکر بتایا جاوے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا کیونکہ توریت میں جو آپکے متعلق پیشگوئیاں ہیں وہ ایسی صراحت سے نہیں بلکہ ایسے الفاظ ہیں کہ یہود کو ٹھوکر لگی اور ایسا ہی الیاس والے معاملہ میں ٹھوکر کھائی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام امور پر یکجائی نظر کرنی چاہیے۔ پھر مومن اور متقی کو ثبوت ملتا ہے کہ ایک طرف قرآن احادیث کتب سابقہ ہمارے ساتھ ہیں ایک طرف صدہا نشانات جن میں سے ڈیڑھ سو کا ذکر نزول المسیح میں ہے۔ اور یہ سنت اللہ ہے کہ صادق نشانوں سے شناخت کیا جاتا ہے۔

فرمایا پھر اعتراض کرنیوالوں کو حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا ثبوت مشکل ہوگا پھر دیکھو دوبار حیرت کا مقام پیش آیا اول مسیح کے معاملہ میں جب انہوں نے یوحنا کو الیاس ٹھیرایا۔ دوسرے آنحضرت صلعم کیوقت کہ وہ بنی اسماعیل میں سے ہوئے۔ مسیح کا نام حضرت نے بعل زبوب یعنی بھوتوں کا سردار رکھا اور مجنون کہا آنحضرت کو بھی ساحر اور مجنون کہا۔

آخری زمانہ کا ذکر قرآن میں

ریل وغیرہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا نے ہماری جماعت کو فائدہ پہونچایا ہے سفر کا آسان ہونا بہت آرام دہ بات ہے اس زمانہ کی نسبت خبر دی کہ واذا النفوس زوجت واذا الصحف نشرت اسی قسم کی دوسری آیات سے استنباط فرمایا

کسوف وخسوف اور شق القمر

کسوف خسوف کے ذکر پر فرمایا کہ یہ پرانا نشان ہے جو اسوقت پورا ہوا ہے براہین احمدیہ میں اسکا ذکر استعارہ کے طور پر اسطرح آیا ہے وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولون سحر مستمر یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا یہ بھی مذہب ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کی تھا مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے حوالہ دیا کہ عبد اللہ ابن عباس کا بھی یہی مذہب ہے اور شاہ ولی اللہ بھی یہی لکھتے ہیں اور ہمارا اپنا مذہب بھی یہی ہے کہ وہ از قسم خسوف تھا کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں

طوفان نوح

طوفان نوح کے متعلق فرمایا کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں کہ کل زمین کی آبادی کو اسوقت تباہ کر دیا تھا۔ بلکہ صرف انہی قوم پر تباہی آئی تھی

ختم نبوۃ

سوال کیا گیا کہ مسیح اول کے آنے سے ختم نبوۃ ٹوٹتی ہے تو مرزا صاحب کے دعویٰ نبوۃ سے کیوں نہیں ٹوٹتی۔ فرمایا مسیح

الدین

(سلسلے کے لئے دیکھو نمبر ۲)

یہ لوگ اپنے مخازن علوم کو کافی سمجھتے ہیں اور خطرناک جرم کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور باغی ٹھیرائے جاتے ہیں اور یہ سچ ہی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے تو وہ مقابلہ کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ایک انسان کو معظم و مکرم اور مطاع بنانا چاہتا ہے تو ہر ایک کا فرض ہے کہ رضاء الٰہی کو مقدم کرے اور اسکو اپنا مطاع سمجھے ارادہ الٰہی کو کوئی چیز روک نہیں سکتی اس کے مقابلہ میں تو جو آئیگا وہ ہلاک ہو جاوے پس جو خلاف ورزی کرتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ میرے علوم کے سامنے اسکی احتیاج نہیں وہ اس تعظیم و تکریم - عزت و اعزاز میں جو اس مطاع مکرم و معظم کے متبعین کو ملتا ہے حصہ دار نہیں ہوتا بلکہ محروم رہ جاتا ہے - خواہ ایسا انسان اپنے طور پر کتنی ہی نیکیاں کرتا ہو مگر اس ایک انسان کی مخالفت اور خلاف ورزی سے اسکے اعمال حبط ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان مختار کے خلاف کرنا ہے اسپر بغاوت کا الزام ہے - دنیوی گورنمنٹوں کے نظام میں بھی یہی قانون ہے ایک بھلا مانس آدمی جو کبھی بدمعاملگی نہیں کرتا - چوری اور رہزنی اسکا کام نہیں تاجر ہے تو چونگی کا محصول اور دوسرے ضروری محاصل کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرتا - زمیندار ہے تو وقت پر لگان ادا کرتا ہے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ بادشاہ کی ضرورت نہیں اور اسکے اعزاز و اکرام میں کمی کرے تو یہ شریر اور باغی قرار دیا جاویگا -

اسی طرح پر ماموروں کی مخالفت خطرناک گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہو سکتا ہے ابلیس نے یہی گناہ کیا تھا - انبیاء علیہم السلام کے حضور شیاطین بہت دھوکے دیتے ہیں میرے نزدیک وہ لوگ بڑے ہی بدبخت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مختار کے خلاف کرنا چاہتے ہیں - کیونکہ ذرہ ذرہ اسپر سلطنت رکھتا ہو جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ معزز و مکرم اور مطاع ہو تو اسکی مخالفت کرنے والا تباہ نہ ہو تو کیا ہو یہی سر ہے جو انبیاء و مرسل اور مامورین کے مخالف ہمیشہ تباہ ہوتے ہیں - وہ مجرم بغاوت کے مجرم ہوتے ہیں -

پس کتابوں کے بعد رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے ورنہ انسان متکبر ہو جاتا ہے اور پہلا گناہ دین میں خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں یہی تھا ابیٰ و استکبر - اس میں شک نہیں کہ سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ ماموروں پر اعتراض ہوتے ہیں اچھے بھی کرتے ہیں اور برے بھی مگر اچھوں کو رجوع کرنا پڑتا ہے اور برے نہیں کرتے - مگر مبارک وہی ہیں جو اعتراض سے بچتے ہیں کیونکہ نیکوں کو بھی آخر مامور کے حضور رجوع اور سجدہ کرنا ہی پڑتا ہے - پس اگر یہ نیک کیطرح ہی ہو پھر بھی اعتراض سے بچے کیونکہ خدا تو سجدہ کرائے بغیر نہ چھوڑیگا ورنہ لعنت کا طوق گلے میں پڑے گا -

جزا و سزا اس کے بعد پانچواں رکن ایمان کا جزا و سزا پر ایمان ہے - یہ ایک فطرتی اصل ہے اور انسان کی بناوٹ میں داخل ہے کہ جزا اور بدلے کے لئے ہوشیار اور سزا سے مضایقہ کرتا ہے یہ ایک فطرتی مسئلہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا - ایک بچہ بھی جب دیکھتا ہے کہ بات کو کہہ پہونچیگا وہاں سے ہٹتا ہے اور جہاں راحت پہونچتی ہے وہاں خوشی سے جاتا ہے - چالاک بھی جزا لینے کو طیار رہتا ہے یہانتک کہ فاسق و فاجر کی فطرت میں بھی یہ امر ہے -

ایک آدمی کبھی پسند نہیں کرتا کہ دوسرے کے سامنے ذلیل و خوار ہو - ہر ایک چاہتا ہے کہ معزز ہو - بیٹے دیکھا ہے کہ فیل ہونے سے ایک بچہ کو کیسی ذلت پہونچتی ہے بعض اوقات ان ناکامیوں نے خودکشیاں کرا دی ہیں اور پاس ہونے سے کیسی خوشی ہوتی ہے زمیندار کو دیکھا جب بروقت بارش نہو پھل کے ضایع ہونیکا اندیشہ ہو گیا بیج ہوتا ہے لیکن اگر غلہ گھر لے آئے تو کیسا خوش ہوتا ہے - اسی طرح ہر حرفہ صنعت والا دوکاندار غرض کوئی نہیں چاہتا کہ محنت کا بدلہ نہ ملے اور بچاؤ کا سامان نہو -

پس جب یہ فطرتی امر ہے تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان کا جزو کہا ہے کہ جزا و سزا پر ایمان لاؤ - اللہ مالک یوم الدین ہے روز روشن کی طرح اسکی جزائیں سزائیں ہیں اور وہ مخفی نہ ہونگی اور اسکا نہ رنگ میں آئیں گی جیسے مالک اچھے کام پر انعام اور برے کام پر سزا دیتا ہے - اس حصہ پر ایمان لا کر انسان کامیاب ہو جاتا ہے مگر اس میں سستی اور غفلت کرنے سے ناکام رہتا ہے اور قرب الٰہی کی راہوں سے دور چلا جاتا ہے -

دوسرا سوال پھر دوسرا سوال جو جبرئیل نے تعلیم الدین کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور آپنے اسکا جواب دیا وہ ہے ما الاسلام؟ اسکا جواب جو ایک انسان خاتم الانبیاء و خاتم الاولیاء خاتم الکمالات کی زبان سے نکلا وہ یہ ہے

ان تشہد ان لا الہ الا اللہ -

جو بات انسان کے دل سے اٹھتی ہے ضرور ہے کہ اسکا اثر اس کے اعضاء و جوارح اور مال پر پڑے کون نہیں سمجھتا کہ شجاعت اگر اندر ہو تو وہ اپنے ہاتھ بازو اور اعضاء محل و موقع پر اسکا ثبوت نہ دیگا - اگر وہ موقع پر بھاگ جاتا اور بزدلی ظاہر کرتا ہے تو کوئی اسکو شجاع نہیں کہہ سکتا - اسی طرح سخاوت ایک عمدہ جوہر ہے لیکن اگر اسکا اثر مال پر نہیں پڑتا - تو وہ سخاوت نہیں بخل ہے ویسا ہی عفت ایک عمدہ صفت ہے ضرور ہے کہ جس میں یہ صفت ہو وہ بدنظری اور بے حیائی سے بچے اور تمام فواحش اور ناپاک کاموں سے پرہیز کرے - اسیطرح جسکے اندر قناعت ہو ضروری ہو کہ وہ دوسروں کے مال پر بے جا تصرف سے پرہیز کریگا - غرض یہ ضروری بات ہے کہ جب اندر کوئی بات ہو تو اسکا اثر جوارح اور مال پر ضرور ہوتا ہے - پس اگر سچی نیازمندی فرمانبرداری تحریک ملائکہ - کتابوں - ملہم اور خلفاء اور رسولوں کی اطاعت میں ہو اور دل میں یہ بات ہو تو زبان پر ضرور آتی ہی اور وہ اظہار کریگا اگر سچائی سے کسی انسان کو مانا ہوا ہو اور اگر اظہار سے مضایقہ ہو تو یاد رکھو دل کمزور ہے - اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اگر اللہ کے اسماء پر کامل یقین ہو اور اس کے رسولوں پر ملائکہ پر اور کتابوں اور انبیاء پر یقین ہو اور ویسا ہی اس یقین میں اگر ثواب اور اللہ کا قرب داخل ہے تو اس یقین کا اثر زبان پر آتا ہے اور وہ ایک لذت کے ساتھ کہہ اٹھتا ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ۔ بے ریب سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل صفات والا انسان کل سچائیوں اور علوم حقہ کا لانے والا ہے۔ جب یہ اقرار اور وہ ایمان ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ سچی نیازمندی کے ساتھ جناب الٰہی کے حضور پیش ہو۔ اور یہی نماز ہے نماز ظاہری پاکیزگی ہاتھ منہ دھونے اور ناک صاف کرنے اور شرمگاہوں کو پاک کرنے کے ساتھ یہ تعلیم دیتی ہے کہ جیسے میں ان ظاہری پاکیزگی کو ملحوظ رکھتا ہوں اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور سچی طہارت عطا کر اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سبحانیت۔ قدوسیت۔ مجددیت۔ ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور اسکے مالک و ملک میں تصرفات اور اپنی ذمہ داریوں کو یاد کر کے کہ اس قلب کے ساتھ ماننے کو طیار ہوں سینہ پر ہاتھ رکھکر تیرے حضور کھڑا ہوتا ہوں۔ اس قسم کی نماز جب پڑھتا ہے تو پھر اسکی وہ خاصیت اور اثر پیدا ہوتا ہے جو ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر میں بیان ہوا ہے پھر پاک کتاب کا کچھ حصہ پڑھے اور رکوع کرے اور غور کرے کہ میری عبودیت اور نیازمندی کی انتہا بجز سجدہ کے اور کوئی نہیں۔ جب اس قسم کی نماز پڑھے تو وہ نیازمندی اور سچائی جب اعضاء اور جوارح پر اپنا اثر کر چکی تو اور جوش مار کر ترقی کریگی اور اسکا اثر مال پر پڑے گا۔

صدقۂ فطر کی ضرورت

اور ایک مقررہ حصہ اپنے مال کا دیگا۔ جیسے آج کے دن بھی صدقۃ الفطر ہر شخص پر غنی ہو حر ہو یا عبد غرض سب پر واجب ہے کہ صدقہ دے تاکہ روزوں کے لئے طہر کا کام دے اور نماز سے پہلے ایک مقام پر جمع کرے۔ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ وحدت پیدا ہو اسلام کے ہر امر میں وحدت کی روح پھونکی گئی ہے جب تک وحدت نہ ہو اسپر اللہ کا ہاتھ نہیں ہوتا جو جماعت پر ہوتا ہے میں درختوں کو دیکھ کر سوچا ہوں کہ اگر ایک پتہ کہے کہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں اور اپنے رب سے مانگتا ہوں وہ مجھے سرسبز کریگا کیا وہ الگ ہو کر سرسبز رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ مرجھا جائے گا اور اونٹ سے جھونکے سے گر جائے گا اس لئے ضروری ہے کہ ایک شاخ سے اسکا تعلق ہو اور پھر اس شاخ کا کسی بڑی شاخ سے اور اسکا کسی بڑے تنے سے تعلق ہو جو جڑ اور اسکی رگوں سے اپنی خوراک کو جذب کرنے یہی مثال ہے جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو جو شاخ اس سے الگ ہو کر بار آور اور ثمردار ہونا چاہے وہ نہیں ہو سکتی خواہ اسے کتنے ہی پانی میں رکھو وہ پانی اسکی سرسبزی اور شادابی کی بجائے اس کے سڑنے کا موجب اور باعث ہو گا۔ پس وحدت کی ضرورت ہے اسی لئے صدقۃ الفطر بھی ایک ہی جگہ جمع ہونا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید سے پہلے یہ صدقہ جمع ہو جاتا اور ایسے ہی زکوٰۃ کے اموال بڑی احتیاط سے اکٹھے کئے جاتے یہاں تک کہ منکرین کے لئے قتل کا فتویٰ دیا گیا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں ابھی یہ وحدت پیدا نہیں ہوئی یا ہوئی ہے تو بہت کمزور ہے۔

تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ تم نے اسکو کامل صفات سے موصوف مانا ہے اور یہاں تک تم نے توحید سے حظ اٹھایا ہے کہ اگر کوئی غلطی سے مخلوق میں سے کسی کو ان صفات سے موصوف مانتا تھا تم نے اسکو بھی اس امام کے طفیل سے چھوڑا اور اب تم پاک ہو گئے کہ مسیح کو خالق اور باری۔ محلل محرم اور محیی اور ممیت اور عالم الغیب سمجھیں تو جیسے یہ امتیاز حاصل کیا تھا اب کیسی ضرورت تھی کہ پھر صحابہ کیطرح تمہارے سارے تعلقات اس شجرۂ طیبہ کے ساتھ ہوتے جسکے ساتھ پیوند ہو کر وہ تمام پھل لانے والے تم ہو سکتے تھے مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے جب میں کسی کو اپنے تعلقات سے باہر دیکھتا ہوں۔ دیکھو تمہارے تعلقات تمہارے چال چلن۔ شادی و غمی حسن معاشرت۔ تمدن۔ سلطنت کے ساتھ تعلقات غرض ہر قول و فعل آیندہ نسلوں کے لئے ایک نمونہ ہو گا پھر کیا تم چاہتے ہو کہ رحمت اور فضل کا نمونہ تم بنو یا لعنت کا۔

پس دعائیں کرو کہ تم جو اس پاک چشمہ پر پہونچے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے سیراب کرے اور عظیم الشان فضل اور خیر کے حاصل کرنے کی تمہیں توفیق ملے۔ اور یہ سب توفیقیں اسوقت ملیں گی جب تمہارے سب معاملات ایک درخت سے وابستہ ہوں۔

پس ان سارے چندوں اور اغراض میں ایک ہی تنا اور جڑ ہو۔ پھر ایسی وحدت ہو کہ تمام دغا اور فریب کپٹ سے بچ جاؤ شاید تم نے سمجھا ہو کہ کسی کتاب کا نام تقویٰ ہے۔ نہیں کچھ اغراض و مقاصد ہیں کچھ عقاید اور اعمال ہیں اسپر وہی سوار ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اسکی تعلیم کے موافق بناتا ہے۔ پھر ان سب کے بعد تقویٰ کی وہ راہ ہے جسکا نام روزہ ہے جس میں انسان شخصی اور نوعی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایک وقت معین تک چھوڑتا ہے۔

اب دیکھ لو کہ جب ضروری چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے تو غیر ضروری کا استعمال کیوں کریگا۔ روزہ کی غرض اور غایت یہی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں اللہ کو ناراض نہ کرے اسلئے فرمایا لعلکم تتقون۔

پھر جیسے پنجگانہ نمازیں ہر محلے میں باجماعت پڑھتی ہیں اور پھر جمعہ کی نماز سارے شہر والے اسی طرح اور گرد کے دیہات والے اور کل شہر کے باشندے جمع ہو کر عید کی نماز ایک جگہ پڑھتے ہیں اس میں بھی وہی وحدت کی تعلیم مقصود ہے غرض اسلام کے ہر رکن میں ایک وحدت کو قایم کیا ہے پھر اسکو قائم رکھنے کے لئے خاص حکم بھی دیا ولا تنازعوا۔ باہم کشمکش نکرو کیونکہ جب ایک کچا بھی کرتا ہے تو دوسرا بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا بگڑ جاتی ہے۔ جب یہ خود دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہ بھی کبریائی کا منکر ہے اس لئے تکبر کرتا اور وحدت اٹھ جاتی ہے

(باقی)

نصیحت

اے مومنو خوف ہے کچھ خدا کا
گھٹایا ہے کیوں مرتبہ مصطفیٰ کا
جو ختم الرسل ہیں وہ سوئیں زمیں پر
بٹھایا ہے عیسیٰ کو عرش بریں پر
صحیح نص سے بتائی ہم کو بتادو
کلام الٰہی سے ہم کو پتا دو
مع جسم ہے وہ فلک پہ چڑھایا
کسی نے ہمیں آج تک نہ بتایا
سند زندہ انجیل کی ہے پاس بھائی
نہیں آج تک تم نے ہمکو دکھائی
دوبارہ وہ آئینگے کیونکر زمیں پر
کہ جو زندہ بیٹھے ہیں عرش بریں پر
اے بھائیو چھوڑدو ابتو غفلت
ہوئی پوری دنیا میں اب ساری حجت
پیمبر نے جو کچھ زباں سے کہا ہے
بخاری میں جا دیکھ لے کیا لکھا ہے
نہیں مانتے گر ہو حجت ہماری
تو تم دیکھ لو جا کے مسلم بخاری
یہ قول نبی سے ہوا ہے یقین
کہ موعود عیسےٰ ہوئے ہیں ہمیں پیدا
خلاف پیمبر اگر تم کروگے
مسلمان ہوکر نہ ہرگز مروگے
ہمیں تیس آیت سے ظاہر ہوا ہے
مسیح ابن مریم جہان میں موا ہے
نشان سماوی سے ظاہر ہوا ہے
کہ موعود کا وقت اب آگیا ہے
جو موعود آنا تھا سو آگیا ہے
پتا اس کے آنیکا ہم کو ملا ہے
کلام الٰہی نے دی یہ تشفی
کہ موعود یہ ہے وہ قادیانی
خدا سے ڈرو اور بیعت کو آؤ
کدورت کو دل سے تم اپنے مٹاؤ
تمہارے مٹانے سے یہ کب مٹیگا
تمہارے مٹانے سے کب یہ مٹیگا
نہیں مانتے گر ہو کہنا ہمارا
تو بد حشر ہووے ٹھکانا تمہارا
الٰہی بحق مسیح زمان تو
مجھے جلد پہنچا دے دارالامان تو

اطاعت میں موعود کے رکھیو الٰہی
مٹا میرے دل سے گنہ کی سیاہی

رفع الزام

میرے مکرم معظم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم
میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ از راہ عنایت ذیل کی چند سطور کو اپنے اخبار دُر بے بہا میں درج فرما کر خاکسار کو شکریہ کا موقع دینگے۔

بتخانہ میں آئے تو لڑائی دیکھی۔
مسجد میں گئے تو تباہی دیکھی
زنار مردوں میں ہے تنازعہ برپا
ہر دل میں عداوت جدائی دیکھی

میرا اصول ہمیشہ سے ذیل کے شعر میں رہتا ہے۔

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

عرصہ تقریباً ۲ سال کا گذرا ہوگا۔ کہ میرے مکرم دوست مستری حسن دین صاحب نے میرے رو برو حضرت مجدد دوران مسیح موعود اور مہدی موعود کے بارے میں چند دلائل بیان فرمائے جن میں کہ آپ کامیاب ہوئے + میں نے اسی روز سے اپنے تمام بیہودہ خیالات کو جو میرے کو مغز میں تھے۔ دور کئے۔ گو چند عرصہ کیلئے خاص کر چند مولویوں نے راہ حق کیطرف جانے سے روکا مگر کچھ پیش نہ گیا۔ اور آخرکار اُن کو نہایت سخت درجہ کی ذلت نصیب ہوئی (میرا بچپن ہی سے علماء و فضلا کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے) میرا مدعا جو مضمون کے ارسال کرنیکا ہے وہ یہ ہے کہ آج میں نے اخبار دار العلوم دہلی میں ایک مضمون بعنوان "مرزا جی کی چالاکیوں کا انکشاف" پڑھا۔ مجھکو اس مضمون کے پڑھنے سے جسقدر حیرت ہوئی۔ اور جسقدر تفکرات اور خیالات سے میں دامنگیر ہوئی۔ وہ انسانی ظلم سے بعید دور ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس بیہودہ مضمون کی تردید کے لئے قلم اٹھاؤں راقم اس مضمون کے ارسال کرنیکا حاجی احمد علی امرتسری ہے اس نے جو کچھ تحریر کیا۔ وہ اُن کی لیاقت پر دال ہے میرا ارادہ جناب ایڈیٹر صاحب اس مضمون کے مطالعہ کے بعد یہ بالکل نہ تھا کہ میں اس کی تردید کے لئے اپنی قلم چند سطر کے لئے اٹھاؤں۔ مگر بخیال اس امر کے کہ اس سے رفع شبہ ہوجاوے گا اگر اس کی تردید خاکسار ذیل کی چند سطور میں تحریر کرے

الٰہی بمطلع انوار رحمت ساز جانم را
کلید مخزن اسرار دل گرداں زبانم را

راقم مضمون کے بھیجنے والا اخبار میں تحریر کرتا ہے کہ عوام الناس میں یہ بیہودہ خیال معلوم نہیں کہ کسطرح سے پھیل گیا ہے کہ دے ہر وقت صبح و شام اللہ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ مرزا جی کے مریدوں کی تعداد بے حساب ہو گئی ہے مگر ان عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پکوں کو یہ بات شاید معلوم نہیں کہ مرزا جی نے الحکم میں جعلی بیعتوں کی فہرست کیونکر بنائی ہے نقصہ کوتاہ بطور مثال کے تحریر کرتے ہیں۔

میرے ایک دوست کے بھائی میاں محمد دین طالب علم اسلامیہ سکول راولپنڈی (مدعا خاکسار ہی) میں پڑھتا ہے اور وہ اکثر حکیم شہنواز کی دوکان پر جایا کرتا تھا۔ پس اس کا وہاں جانا ہی تھا کہ حکیم صاحب نے اس کا نام اخبار الحکم میں فہرست جعلی بیعت کنندگان میں درج کرا دیا۔ اب دیکھئے کہ اس جگہ راقم مضمون نے کسقدر حق کو چھپایا اور خدا کا ذرا بھی خوف نہ کیا ناحق سچ۔ راست بین کلمات کو جھوٹ مشہور کیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد مسیح موعود۔ مہدی موعود کو راست مسیح سمجھتا ہوں اور ان کے تمام احکام کی پابندی کرنی نہ صرف مجھپر بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے مگر افسوس بجائے پابندی احکام کے مخالفت پر کمر باندھی ہوئی ہے اور ہر ساعت منصوبے گھڑتے رہتے ہیں کہ اس نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر ان کو معلوم نہیں کہ خدا تعالے قدوس ہمارا معاون اور مددگار ہے۔ ہمیں صرف اسی کی مدد درکار ہے۔ خواہ تمام جہان کے لوگ ایکطرف کیوں نہ ہو جائیں۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

آہ! اس بدبخت تو نے تیرے پاک نبی کو ستایا اور انواع و اقسام کی تکلیفیں دینے کے علاوہ اس کو نہایت ہی ناشائستہ اور سب و شتم سے یاد کیا۔ افسوس آتا ہے کہ انہوں نے کسطرح ایسے بیہودہ اور لغو مضمون کو اپنے اخبار میں درج کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب مضمون کی حقیقت پر کچھ غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ اخبار میں درج کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایڈیٹر کا یہ اہم فرض

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

ہمارا مقدمہ

مقدمہ کے تفصیلی حالات کے لیے جنکو پڑھکر ان شاء اللہ العزیز ہمارے ناظرین ازبس محظوظ ہوں گے اور اُنکے ایمان میں ترقی ہوگی ہم اس اشاعت سے دو صفحے بڑھاتے ہیں لیکن سردست وہ جہلم کے مقدمات کے نتائج کے منتظر ہیں اس لیے ہمنے اپنی قوم کیطرفسے مقدمات جہلم کے خارج ہونے پر جو ضمیمہ شائع کیا ہے اُسکو درج کرتے اور اگلی اشاعت سے تفصیلی حالات درج ہونے شروع ہونگے
(ایڈیٹر)

الحق کی عظیم الشان فتح - یعنی باطل کی خطرناک شکست
یعنی
جہلم والے مقدمات کا پہلی ہی پیشی پر خارج ہونا

اور

حضرۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان پیشگوئیوں کا پورا ہونا

شعر

بنگر اے قوم نشانہائے خداوندِ قدیر
چشم بکشا کہ بہ چشم نشانی ست کبیر

شعر الہامی

قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہوگئے

شعر

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرۃ آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

شعر

کبھی نصرۃ نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے پاک بندوں کو

الحکم

کا خاص پرچہ جو ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس عظیم الشان نشان کے ظہور پر ایڈیٹر الحکم نے خادم قوم ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرۃ حجۃ اللہ فی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور بطور **مبارک باد** پیش کیا اور قوم کو ان نشانات کے پورا ہونے کی اطلاع کے لیے اور دوسرے لوگوں پر اتمام حجۃ کی خاطر شائع کیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ - وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد ہم نہایت مسرت اور دلی انبساط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ستایش کرتے ہوئے یہ **مژدہ** رحمت بخش اپنی قوم کو خصوصاً اور دوسرے لوگوں کو عموماً سناتے ہیں کہ جو مقدمات فوجداری **حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح** موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاکسار ایڈیٹر الحکم اور حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ مجموعہ تعزیرات ہند مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھین کی طرف سے جناب لالہ سنسار چند صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم کی عدالت میں دائر تھے - اور جنکی پہلی پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ہونی تھی وہ پہلی ہی پیشی پر خدا تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے موافق جو اُس کے برگزیدہ رسول کی معرفۃ ایک عرصہ پہلے شائع ہو چکے تھے

خارج ہوگئے

اور حضرۃ جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ اور آپ کے خدام واہل جوان مقدمات میں شریک تھے عزت و احترام کے ساتھ بری ہو گئے وللہ الحمد - ہم اس عظیم الشان کامیابی پر اپنے سید و مولیٰ امام کی حضور قوم کیطرف سے بحیثیت ایک قومی خادم ہونے کے مبارکباد عرض کرتے ہیں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مقدمات میں کامیابی بظاہر ایک معمولی اور روز مرہ کی بات ہے - اور جب دو فریق عدالت میں جاتے ہیں تو ایک ضرور کامیاب اور دوسرا نامراد رہتا ہے لیکن یہ کامیابی معمولی کامیابی نہیں یہ خارق عادۃ کامیابی ہے یہ خدا کا عظیم الشان نشان ہے جو معمولی نگاہ اور نظر سے دیکھے جانے کے قابل نہیں کیونکہ مقدمہ کے وجود سے بھی ایک سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور اور مرسل مسیح موعود کو ایک رؤیا کے ذریعہ سے ان **وارنٹ کیس** کے دائر ہونے اور پھر اس سے بری ہونے کی اطلاع دی تھی - جو الحکم مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء میں شائع ہو چکی ہے + اور پھر متواتر مقدمہ کے دائر ہونے سے چند روز پیشتر اس کے متعلق الہام ہونے شروع ہوئے جنکو ہمنے اس اشتہار کے حاشیہ میں دیدیا ہے ان تمام الہامات کو یکجائی نظر سے دیکھو اور بتاؤ کہ کیا یہ انسانی طاقت اور قیافہ شناسی کے اندر ہے کہ **ایک سال پہلے** پورے وثوق اور زور کے ساتھ ایک واقعہ کی خبر دیجاوے ایسی حالت میں کہ اس کے متعلق کوئی نشان بھی پایا نہ جاتا ہو ؟ الحق ! خدا کے وعدے سچے اور اسکی باتیں پوری ہیں - جنہیں کوئی تغیر نہیں اے دانشمندو ! اے قوم کے مدبرو !!! اور اے نوجوانو !!! خدا کیلئے اُٹھو !!! اور سوچو کہ کیا یہ چھوٹی سی بات ہے ؟ کیا ابھی تک تمہیر حجۃ پوری نہیں ہوئی ؟ کیا تم اس کے بعد کسی اور نشان کے منتظر ہو ؟ ؟ ؟ !!!

اے مظفر ! تجھپر سلام !!! فتح و ظفر کی کلید تجھے خدا کیطرف سے دی گئی - تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق جو تیری زبان سے اُسنے صادر کرایا انی صادق ! انی صادق ! لاریب تو روز روشن میں صادق ٹھیرا - بیشک ! تیری اس پیشگوئی کے موافق کہ سیشہد اللہ لی

+ ہم کسی دوسری جگہ [illegible] الحکم [illegible] شائع کرتے ہیں

تیرے لیے زمین و آسمان اور ما بین السموات والارض کے خدا نے ایک زبردست شہادۃ پیدا کی یعنی کے موافق جو تو نے مانگی۔ تیری صداقت کھل گئی۔

اے خدا کے جری! (تجھ پر صلوٰۃ و السلام) تجھے عزۃ کا خطاب دیا گیا۔ الہام کے موافق جو کئی سال پہلے خدا نے کہا تھا لَکَ خِطَابُ الْعِزَّۃِ کیونکہ اس خطاب کے ساتھ ایک عظیم الشان نشان ہے جیسے کہا گیا تھا کہ اور ایک عظیم الشان نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ اے خاتم الانبیا کے موعود اور اے انبیاء و مرسلین کی توید! تجھے ہر طرف سے برکات دکھائی گئیں۔ اسی کے موافق جو خدا نے اس مقدمہ کو جاتے ہوئے بمقام لاہور ۷ر جنوری کو تجھے مخاطب کر کے فرمایا اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ اور ہر طرف سے تیری زیارت اور شرف بیعت کے لیے لوگ دوڑے آئے تیری قبولیت ملائکہ نے دنیا میں پھیلا دی۔

اے خدا کے برگزیدہ رسول! الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا اپنے وعدہ کے موافق جب اُس نے کہا اِنِّی مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ اور اے مہدی! فی الحقیقۃ خدا اپنی فوجوں کے ساتھ تیرا یا سپیا اس نے فرمایا اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْ۔ اے جری اللہ خدا تعالیٰ نے جیسا قریباً تین سال پہلے خبر دی تھی اسی طرح وقوع میں آیا کہ دشمنوں کی ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔

اے نبی اللہ! تجھے وہ بشارۃ ملی جس کا وعدہ بشارۃ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ میں یوم العید کو دیا گیا۔ لاریب خدا تعالیٰ کے وہ سارے وعدے جو اُس نے اس مقدمہ کے متعلق تجھے پورے ہوئے ان تمام پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر ہم تجھ کو اور تیری قوم کو مبارکباد دیتے ہیں!!! چونکہ وہ انسان بھی بڑا ہی مبارک اور خوش قسمت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں اور وعدوں کے پورا کرنے کا

ایک ذریعہ بنالیا ہو اس لیے ہم صدق دل سے اپنے محسن و مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فرزند کے فخر خواجہ کمال الدین صاحب احمدی بی اے۔ ایل ایل بی۔ پلیڈر چیف کورٹ پنجاب کو بھی مبارکباد دیتے ہیں جسکو ان وعدوں کے پورا کرنے میں خدا تعالیٰ نے خاص طور پر چن لیا اور ایسا ہی اپنے مخدوم مولنا مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر کو جو خواجہ صاحب کا دایاں بازو رہے ہیں اور اسی طرح شیخ نور احمد صاحب بی اے پلیڈر اور شیخ عزیز اللہ صاحب بی اے پلیڈر بھی مبارکباد کے قابل ہیں جنکو خدا نے اس مبارک کام میں ہمت وسعی سے شریک ہونیکا موقع دیا۔ اور ایسا ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فخر جناب شیخ رحمۃ اللہ صاحب تاجر بمبئی ہوس بھی خاص مبارکباد کے قابل ہیں جنھوں نے اس مبارک کام میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ مقدمات خدا کے فضل وکرم سے پوری صفائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو پورا کرتے ہوئے خارج ہوئے۔

آخر میں ہم جناب منشی میاں عالم صاحب تحصیلدار جہلم اور جناب دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر جہلم کے بھی شکر گذار ہیں جنکی مستعدی اور انتظامی قابلیت کی وجہ سے ہر طرح امن اور اطمینان رہا۔ ہم خصوصیت سے صاحبان ممدوح کا ذکر الحکم میں کرینگے۔ ضلع جہلم کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نیکے لائق اور منتظم تحصیلدار پر جسقدر نازکریں بجاہے عالی جناب رائے سنسار چند صاحب بہادر مجسٹریٹ درجہ اول نے جس دیانت اور معدلت گستری سے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا وہ ہمیشہ کے لیے میجر ڈگلس صاحب بہادر حال ڈپٹی کمشنر دہلی کے نام نامی کے ساتھ یادگار رہیگا جنھوں نے ڈاکٹر ریورینڈ ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ میں اپنی بیدار مغزی اور بیریا پالیسی سے انگلش نیشن کی انصاف پسندی کو ظاہر کیا تھا۔ اگرچہ رائے صاحب موصوف نے جو کچھ کیا اپنا فرض ادا کیا ہے۔ تاہم وہ ہماری جماعت کے شکریہ کے مستحق ہیں جنکے ذریعہ ایک عظیم الشان نشان پورا ہوا +

مختصر ہم اپنی جہلم کی جماعت کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوۃ کا فیاضی سے انتظام کیا اور ایسا ہی ہمارے بکرم مخدوم جناب نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے جہلم آتے جاتے وقت جماعت احمدیہ کو دعوۃ اور ٹی پارٹی دی۔ چونکہ ہم یہ مفصل حالات الحکم کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کرینگے سردست اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بالآخر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حمد و ستائش کرتے ہیں جسنے محض اپنے فضل سے یہ کامیابی کا نشان دکھایا اور ہماری دلی دعا ہے کہ وہ ہمیں اس پاک گروہ میں قائم رکھے جسکے لیے اس نے اپنے مرسل و مامور کو فرمایا فَطُوْبٰی لِمَنْ وَّجَدَ وَرَاٰی آمین!!۔ اے احمدی قوم! تجھکو مبارک ہو!!! کہ تیرا امام خدا کے وعدوں کے موافق مظفر و منصور ہوا اور بشیر الدوام مبشر الوجوہ کے مصداق ہوا۔ الحمد علیٰ ذٰلک۔

الہامات متعلق مقدمہ جو قبل از وقت بذریعہ الحکم شائع ہوئے۔

(۱) یریدون ان یطفئوا نورک یریدون ان یتخطفوا عرضک انی معک ومع اھلک ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(۲) رب کل شیء خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی جس کے ساتھ تین سندور کی بھی خبر تھی۔ ۰ دسمبر ۱۹۰۲ء

(۳) سلام علیک یا ابراھیم سلام علیٰ امرک صرت فائزا۔ ۹ر دسمبر ۱۹۰۲ء

(۴) انی مع الافواج اٰتی ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء

(۵) انہ کریم تمشی امامک عادی لک من عادیٰ۔ ۲۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء

(۶) انی صادق صادق وسیشھد اللہ لی ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۲ء۔

(۷) یبدی لک الرحمن شیئاً اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون یکم جنوری ۱۹۰۳ء۔

(۸) جاءنی آئل واختار وادار اصبعہ آئل جبرئیل ہر فرشتہ بشارۃ دینے والا۔ واشار یعصمک اللہ من العدا ویسطو بکل من سطا۔ ۲ر جنوری ۱۹۰۳ء

(۹) ان وعد اللہ اتی ورکل ورکا فطوبیٰ لمن وجد ورای ۹ر جنوری ۱۹۰۳ء (۱۰) اما یلیک برکات من کل طرف۔ شب ۱۲ر جنوری ۱۹۰۳ء الہام آمد (۱۱) اٰثرک اللہ علیٰ کل شیء۔

راقم سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خدمتگذار ادنیٰ شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم (قادیان دار الامان) ۱۹ر جنوری ۱۹۰۳ء وقت شب ۱۸ جنوری ۱۹۰۳ء میں

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان

کلمات طیبات

حضرۃ امام آخر الزمان سلمہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ان تمام امور کو یکجا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اسے رد کر دیا جاوے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے جو کچھ ہمارا دعویٰ ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور صاحب غور کو لازم تھا کہ وہ کسی آنیوالے کی تلاش کرتے کیونکہ صدی کا ربع گذر گیا تھا اور اب تو جبکہ بیس برس گذر چکے ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اسکی اصلاح کے لیے آنا چاہیے۔ عیسائیت نے وہ آزادی اور بیقیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے گھروں پر جو اسکا اثر ہوا ہے اُسے دیکھکر تو کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں جب ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ اس **صلیبی فتنہ** ہی کی اصلاح کے لیے جو شخص آئے گا اسکا نام کیا رکھا جاویگا؟ یہ فتنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنیوالے کا نام **کاسر الصلیب** رکھتا ہے اور یہ **مسیح موعود** کا دوسرا نام ہے۔ قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں سے اس مضمون کو ادا کیا ہے اور آنیوالے موعود کی بشارت دی ہے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا۔ لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اُسکو گمراہ کر سکے۔ اس لیے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** کے کوئی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا؟ جبکہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیۂ استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفا کا سلسلہ قائم کرے گا مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس اُمت میں نہیں؟ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لیے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اس اُمت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیۂ کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو **آخرین منہم لما یلحقوا بہم** میں ایک آنیوالے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اسطرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں کہ انکی تکذیب لازم آئیگی بلکہ میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ **الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا** پھر سوچو! کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے یہ میں از خود نہیں کہتا۔ **خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی** اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اسی کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے **انت منی وانا منک** بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اسکی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کیلئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کسکی تکذیب کرتا ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے اسطرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا؟ اور پھر آپ نے **امامکم منکم** فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے اور آپنے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذب ٹھہرے گا یا نہیں؟ پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بیدین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن اور حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لیے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا **میں قرآن اور حدیث کا مصدق و مصداق ہوں** میں گمراہ نہیں بلکہ **مہدی ہوں۔** میں کافر نہیں بلکہ

انا اول المومنین

کا مصداق صحیح ہوں اور یہ جو کچھ میں کہتا ہوں **خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے** جسکو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اُسکے لیے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سنکر خاموش ہو جائے لیکن جو دلیر اور بیباک ہو اسکا کیا علاج! خدا خود اُسکو سمجھا لے گا۔

اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کیلئے سوچیں اور غور کریں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملہ میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں اور پھر خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گذرنے پائے گا کہ اُس پر حق کھل جاویگا۔

مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

اور اکثر حصہ اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کر بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوۃ کے لیے بطور میخ کے ہے اس پھر نبوۃ کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے۔ اور اس طرح بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اسوقت ضروری ہے کہ خوب غور کر کے دیکھا جاوے کہ کیا عیسائی فتنہ نہیں ہے۔ جو مِن کُلِّ حَدَبٍ یَّنسِلُون کے مصداق ہو کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اور مختلف طریق اس نے اپنی اشاعت کے رکھے ہیں۔ اب وقت ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جاوے کہ اس فتنہ کی اصلاح والے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا ہے۔ صلیب کا زور تو دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہر جگہ اسکی چھاؤنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں۔ مختلف مشن قائم ہو کر دور دراز ملکوں اور اقطاع عالم میں پھیلتے جاتے ہیں۔ پس اگر اور کوئی بھی ثبوت اور دلیل نہ ہوتی تب بھی طبعی طور پر ہمکو ماننا پڑتا کہ اسوقت ایک مصلح کی ضرورت ہے جو اس فساد کی آگ کو بجھاوے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو صرف ضروریات محسوسہ مشہودہ تک ہی نہیں رکھا۔ بلکہ اپنے رسول کی عظمت و عزت کے اظہار کے لیے بہت سی پیشگوئیاں پہلے سے اسوقت کے لیے مقرر کی ہوئی ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسوقت ایک آنیوالا **مقرر ہے** اور اسکا نام **مسیح موعود** اور اسکا کام **کسر صلیب** ہے۔ اب اس ترتیب کے ساتھ ہر ایک سلیم الفطرۃ کو اتنا تو ماننا پڑے گا کہ بغیر اس تسلیم کے چارہ نہیں کہ کوئی **مرد آسمانی** آوے اور اسکا کام اسوقت **کسر صلیب** ہی ہونا چاہیے لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کا کام ہوگا اسکا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ **لکڑی کی صلیب کو توڑے گا**؟ اور اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ لکڑی کی صلیب کو اگر توڑ بھی دیا تو یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ لکڑی کی صلیب کو توڑ دے گا تو اس کے بجائے سونے چاندی اور دھاتوں کی صلیبیں عیسائی بنا لیں گے۔ اور اس سے کیا نقصان ہوا۔

اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور یزید اور صلاح الدین نے بہت سی صلیبیں توڑیں تو کیا وہ اس ایک امر سے مسیح موعود بن گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ لکڑی کی صلیب جو بعض عیسائیوں نے لٹکائی ہوتی ہے مسیح موعود توڑتا پھرے گا بلکہ اس کے اندر ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کی تائید میں حدیث کا ایک اور لفظ یضع الحرب کا آیا ہے یعنی مسیح موعود لڑائیوں کو اٹھا دے گا۔ اب ہمیں کوئی سمجھائے کہ ایکطرف تو مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ وہ لڑائی کے سلسلہ کو یکدفعہ اٹھا دے اور دین کے لیے لڑائی کا نام لینا حرام سمجھا جاوے اور دوسری طرف یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ ہوگا اور سلطنت عادل سلطنت ہوگی جس سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس امر کی کہ اسوقت لڑائیاں حرام ہوں گی۔ اور جہاد لڑائیاں ہونگی نہیں اور صلیب توڑنا مسیح موعود کا کام ہوگا۔ پھر سوچکر دیکھو کہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق صاف طور پر ہوتی ہے یا نہیں کہ صلیب توڑنے سے یہ لکڑی یا پیتل وغیرہ کی صلیبیں (جو عیسائی تبرک کیطور پر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں) توڑنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ایک اور حقیقت کیطرف اشارہ کرتا ہے۔

اور وہ وہی ہے جو ہم لیکر آئے ہیں۔ ہم نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ اسوقت **جہاد حرام ہے** کیونکہ جیسے مسیح موعود کا وہ کام ہے یضع الحرب بھی اسیکا کام ہے۔ اس کام کی رعایت سے ہمکو ضروری تھا کہ **جہاد کے حرام ہونیکا فتوی صادر** کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت **دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا حرام اور سخت گناہ ہے ہمکو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وارداتیں کر کے جو دراصل اپنا پیٹ پالنے کے لیے کرتے ہیں اسلام کو بدنام کرتے ہیں اور امن میں خلل انداز ہوتے ہیں ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے**

تو پھر یکسر الصلیب کے کیا معنے ہیں؟ توجہ سے سننا چاہیے کہ مسیح موعود کی بعثت کا وقت غلبہ صلیب کے وقت ٹھیرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لیے آنے والا ہے۔ اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطال کلی ہوگا۔ اور وہ حجۃ و براہین کے ساتھ جنکو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دینگے وہ صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا۔ اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں طبائع اعتراف کر لیں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لیے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کیطرف لگی ہوئی ہے

صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسر باقی ہے؟

موت مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آ کر مرا تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے؟ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اسکی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا تار و پود ادھڑ جاتا ہے۔ باقی آئندہ

حضرة اقدس کی پہلی اور اچھوتی تحریریں

تفسیر آیت

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں یہود نے اتنی ظاہر پرستی کی کہ باطنی احکام کا کچھ لحاظ نہ کیا اور نصاریٰ نے اتنی باطن پرستی کی کہ ظاہری احکام کا کچھ لحاظ نہ رکھا اور احکام الٰہی کو جو چراغ اور حقیقت نما تھے فضول سمجھکر ترک کر دیا اور ہر ایک کے باطنی معنی کر لئے اور سمجھ لیا کہ مسیح میں وہ سب پورے ہوگئے اس طرح گمراہ ہوگئے اور افراط تفریط میں پڑ گئے اور کلام مجید ان دونوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کرتا ہے

سوال

اگر یوں کہیے کہ پہلے سے خدا نے کیوں نہیں ہر ایک کو اعتدال پر قائم کیا

جواب

اس کا یہ ہے کہ انسان میں دو خصلت افراط تفریط کی ضرور ہیں پروردگار نے چاہا کہ امتحان کرکے ان دونوں خصلتوں سے انسان کو بچاوے کیونکہ سوائے تحقق افراط تفریط کے تحقق اعتدال کا محال ہے کل مطالب شائستہ اور عمدہ تمام کتب سابقہ کے واسطے تکمیل نفوس ناقصہ بشریہ کے ہیں سب کلام اللہ میں درج ہیں پس محال ہے کہ کلام الٰہی میں تمام مواعظ ربانی اس اختصار اور خوش اسلوبی سے مندرج ہو جیسا کہ پہلی کتابوں میں اس کی نظیر پائی جاوے لیکن وہ مطلب جس کے حق و ناحق ہونے میں خود عیسائیوں اور یہودیوں کو تنازع ہے وہ بھی مختصر لکھے ہیں کہ جس محل میں یہودی حق بجانب ہیں انکی طرف اشارہ کر دیا اور جس محل میں نصاریٰ حق بجانب ہیں انکی طرف اشارہ کر دیا۔ جاننا چاہیے کہ مواعظ و وصایا کے لیے ایک قوانین عظیم حقائق ہیں جو کسی زمانہ کو کسی وقت میں اسکی کمی بیشی مقصود ہے جیسے انجیل مرقس میں ساتواں باب ۱۵ آیت کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اُسے ناپاک نہیں کر سکتی پر وے چیزیں جو اُسمیں سے نکلتی ہیں وے ہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ اندر آدمی کے دل سے بُرے خیال و ناکاری حرام کاری خونریزی چوری لالچ شرارت مکر مستی بدنظری کفر غرور بیوقوفی نکلتی ہے۔ حقیقت دوم جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے پر جو کوئی میرے اور انجیل کے لیے اپنی جان کھووے اُسے بچاوے گا۔ دوسرے احکام و تہذیب اخلاق جو کمی بیشی قبول کر سکتے ہیں اور حسب استعداد ہو سکتے ہیں جیسے بعض قوم میں عدم قناعت ہوتا ہے اور بعض قوم اور باشندوں ملک میں تہور اور دلاوری غالب ہوتی ہے اور بعض قوم اور باشندہ ملک میں ضعف قلب ہوتی ہے اور کتاب الہامی ہر ایک افراط و تفریط حسب حوال اُن کے معالجہ کرتی ہے سو جاننا چاہیے کہ ۔ ۔ ۔ یہودی صرف ظاہر پرستی اور دلبستگی ظاہری حکموں سے اعتقاد رکھتے تھے کہ تزکیہ باطن کیطرف بالکل خیال نہیں تھا اور سوائے تسلیم احکام ظاہری مثل ختنہ اور غسل کرنا اور بدن صاف رکھنا اقدام سب محارم کا کرتے تھے واسطے معالجہ اس قدر افراط کے جوان کے دلوں پر غالب ہوگیا تھا تقاضا حکمت ربانی کا یہ ہوا کہ یک لخت تمام احکام ظاہری موقوف کیے گئے اور نہایت مبالغہ سے واسطے تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کے توجہ دلائی گئی خلاصہ مضمون انجیل کا اسی قدر ہے اور ہر ایک وعظ و تعلیم اس کا اسی پر دلالت کرتا ہے پر قرآن مجید میں بدستور احکام حسب استعداد ان کے مقرر کیے گئے اور منونہ بھی بدستور مقرر کیے گئے کیونکہ منونہ اصل سے لازم پڑا ہوا ہے کہ اصل کو یاد دلایا جاوے اور اصل کی محافظت سوائے منونہ کے ممکن نہیں اور انجیل صرف واسطے تنبیہ کے تھی اسواسطے نہایت کوشش اور مبالغہ سے باطن کیطرف توجہ دلائی گئی اور ظاہری منونے بالکل ساقط کیے گئے الا یہ دونوں امر یعنی ساقط کرنا ظاہری احکام کا اور نہایت مبالغہ تزکیہ باطن کیطرف معالجہ خاصہ اسی افراط کا تھا اور ہرگز ممکن نہیں کہ یہ دونوں امر دوام اور استمرار کے واسطے مقرر کیے جاویں پس جبکہ اکثر افراد یہود کو تنبیہ ہوگئی اور اکثر افراد نصاریٰ کی تفریط کی طرف مائل ہوگئے یعنی جیسے یہود باطن کا انکار کرتے تھے ویسے ہی نصاریٰ بھی ظاہر کا انکار کر بیٹھے اور تفریط میں اُس درجہ میں پہونچ گئے جس درجہ میں یہود افراط میں تھے پس لازم آیا کہ ایک اور کتاب الہامی ہو جو اُن دونوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کر دے اور وہ فرقان مجید ہے اور جیسے یہود باطنی احکام کی بالکل منکر تھے ویسے ہی نصاریٰ بھی ظاہری احکام کے منکر ہوئے یہانتک کہ کئی برس پہلے سن ہجری سے بیت المقدس کو مسمار کر دیا جواب یہ کتاب قرآن مجید دونوں فرقوں کو نقطہ اعتدال پر قائم کرتے ہیں اور افراط تفریط سے باز رکھکر حقیقت کیطرف توجہ دلاتی ہے اور زبان شرع میں اسی کا نام نسخ ہے اور کلام اللہ میں مغضوب علیہم نام یہودیوں کا ہے جنہوں نے صرف ظاہر پرستی شروع کرکے باطن کا انکار کیا اور لا الضالین نام نصاریٰ کا ہے جنہوں نے ظاہر کا انکار کیا اور گمراہ ہوگئے کیونکہ ظاہر منونہ اور چراغ ہے واسطے باطن کے جو کوئی منونہ چھوڑ دیگا وہ گمراہ ہو جاتا ہے سو سورہ فاتحہ میں یہی ظاہر افراط اور تفریط ان دونوں فرقوں کیطرف اشارہ ہوا ہے جو آیہ

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

جشن تاجپوشی شاہ ایڈورڈ معظم کی خوشی میں ایک روحانی دعوت

خداوند عالم اس جشن کو مبارک کرکر تمام اسلامی اخباروں اور رسالوں کے خریداروں کی خدمت میں اس جشن عظیم کے شکریہ میں تفسیر القرآن بالقرآن کا ایک پارہ یعنی پارہ عم مفت پیش

تعطیل جمعہ

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس ضروری میموریل کا تذکرہ کیا تھا جو دربار دہلی کی تقریب پر حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے تعطیل جمعہ کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا کے حضور ارسال کیا تھا۔ آج ہم اس میموریل کو ذیل میں درج کرتے ہیں اور تمام مسلمان **اخبارات** کے ایڈیٹر صاحبان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اس کو ایک قومی اور دینی خدمت سمجھ کر نہ صرف اپنے اخبارات میں جگہ دیں گے بلکہ پُر زور الفاظ میں اسکی تائید کریں گے۔

لاٹ کرزن کی گورنمنٹ سے ہمکو بہت بڑی امید اور توقع ہے کہ وہ اس میموریل پر پوری توجہ فرمائیں گے اور ہندوستان کی ۹ کروڑ رعایا کو انکی مذہبی عبادت کے ادا کرنے کے لئے سہولت بہم پہونچا کر ان پر احسان عظیم کرنے والے ٹھہریں گے اور اسطرح پر **تعطیل جمعہ** نہ صرف ہمارے قیصر ہند کی تاجپوشی کی عظیم الشان یادگار ہوگی بلکہ **لاٹ کرزن** کی گورنمنٹ کو بھی گرانقدر یادگار ٹھہریگی۔

اور مسلمانان ہند کے دلوں پر انکی عظمت و مہربانی کا گہرا نقش قایم کر کے انکو وفاداری اور ارادت مندی میں اور بھی راسخ کریگی۔ سردست ہم اصل میموریل کو درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور آئندہ امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمکو توفیق ملی تو اسپر وقتاً فوقتاً یاددہانی کرتے رہیں گے اگرچہ لاٹ کرزن کی فیاض گورنمنٹ ہمکو یقین دلاتی ہے کہ کسی یاددہانی کی ضرورت ہی نہ پڑیگی۔ بہرحال وہ میموریل یہ ہے۔ ایڈیٹر

میموریل جو حضرت مسیح موعودؑ نے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں تعطیل جمعہ کے لئے پیش کیا ہے

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہوگا ہر ایک فرقہ رعایا گورنمنٹ برطانیہ کو اس سے بہت خوشی ہے اور مسلمانوں کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں انکے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دیگئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محسن گورنمنٹ کو مسلمانوں پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانوں کی مدت دراز سے ایک دلی تمنا ہے جسکے پیش کرنے کے لئے اسوقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہیں کہ ہمارے بادشاہ عالیجاہ قیصرہ کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اس لئے مجھے تحریک کی گئی کہ میں اس التماس کو ادب سے پیش کروں کیونکہ میں ایک ایسے مسلمانوں کے گروہ کا امام ہوں کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں ان کے نام لکھوں کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے والے ہیں یعنی میرے مرید ہیں اور مجھ سے الگ نہیں ہیں یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے چنانچہ ابتک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کر کے شائع کی ہیں جنکا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہوجائیں اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو میں امید رکھتا ہوں کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کیطرف سے ایسی سدھیو کا ہونا ضروری ہے جنسے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمۂ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے ایسی نمایاں کارروائیاں کی ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولیں گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانوں کو عطا کرنا اور ایک باہر کی مسجد جسپر ریل والوں کا قبضہ تھا مسلمانوں کو عنایت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے لاہور کی شاہی مسجد کیلئے ایک قیمتی لال ٹین اپنی جیب سے مرحمت فرمانا ان فیاضانہ کارروائیوں سے جسقدر مسلمان شکر گذار اور گرویدہ ہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن ایک تمنا ان کی ہنوز باقی ہے اور وہ امید رکھتے ہیں کہ جن ہاتھوں سے یہ مرادیں پوری ہوئی ہیں وہ تمنا بھی انہیں ہاتھوں سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جسکا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دیجاوے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کر دو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کرے گا وہ سخت گنہ گار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جسقدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اسقدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہیں اسی غرض کو قدیم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانوں میں چلی آئی ہے اور اس ملک میں بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جبتک کہ اس ملک میں اسلام کی سلطنت رہی جمعہ میں تعطیل ہوتی تھی یہی وجہ ہے ریاست پٹیالہ میں جمعہ کی تعطیل ان دنوں تک ہوتی رہی اور اس ملک میں تین قومیں ہیں۔ ہندو عیسائی مسلمان۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنے اتوار جس میں وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے جس کی تعطیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنے مسلمان اپنے تہوار کے دن سے یعنے جمعہ سے محروم ہیں برٹش انڈیا میں کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہیں کہتا کہ کاش جمعہ کی تعطیل ہوتی لیکن اس کرزنی دور میں جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وائسرائے ہیں۔ مسلمانوں کو اس تمنا کے پورے ہونے میں بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جبکہ لارڈ موصوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے انکی مساجد واگذار کرا دی ہیں تو پھر وہ امر جو مسجد کی

علت غائی ہے یعنے نماز جمعہ یہ امر بھی انہیں ہاتھوں سے انجام پذیر ہوگا مسجد تو مثل دسترخوان یا میز کے ہے جس پر روٹی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل روٹی ہے تمام بنا کی بڑی بھاری غرض نماز جمعہ ہے پس کیا ہمارے عالی ہمت وائسرائے لارڈ کرزن یہ روا رکھیں گے کہ وہ ہمیں دسترخوان تو دیں مگر روٹی نہ دیں ایسی دعوت تو ناقص ہے اور امید نہیں کہ ایسا فیاض دل جو امر دوایسی کمی کو اپنے پر گوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد وائسرائے جنس کے بعد کم امید ہے کہ اس کی نظر لے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اس کے بعد عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ کسی نے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے وائسرائے سے یہ مراد پا سکیں یہ ایک ایسی مراد ہے کہ اس کا انجام پذیر ہونا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کی طرف ایک زبردست کشش سے کھینچے گا اور ان احسانات کی فہرست میں جو اس گورنمنٹ نے مسلمانوں پر کئے ہیں اگر یہ احسان بھی کیا گیا کہ عام طور پر جمعہ کی تعطیل ہو جائے تو یہ ایسا احسان ہوگا جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہوگا اور اس کا مسلمانوں کے دلوں پر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص جب کہ عین تاج پوشی کے جلسے میں جہاں ہزار ہا رئیس اور والیان ملک موجود ہونگے اس احسان کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو جو کچھ مسلمانوں کے دلوں میں خوشی سے بھری ہوئی محبت پیدا ہوگی اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس دن لوگ تمام شہر میں خوشی کے نعروں کے ساتھ لارڈ کرزن کے گیت گائیں گے اور اس کے حق میں دعائیں کریں گے اور اس کارروائی سے اسلام اور عیسائیت میں ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے عہد کی طرف ہمیشہ کیلئے منسوب رہے گی اور میری دانست میں عام مسلمانوں کو خوش کرنے کیلئے جو کارنامہ وہ چھوڑ جائیں گے۔ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا۔ مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو مذہبی رنگ میں کی جائے وہ ان کے دل کو کھینچ لیتی ہے پس اعلیٰ سے اعلیٰ حکمت عملی مسلمانوں کے مسخر کرنے کی یہی ہے کہ مذہبی رنگ میں ان کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے چونکہ تاجپوشی کے جلسہ کا موقعہ ایک ایسا بابرکت موقعہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اس طرف آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ اس مبارک رسم کی یادگار میں کیا کچھ سرفرازی ہر دو فریق کی کیجاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل کھولدے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دیدے تو میں سمجھ نہیں سکتا کہ عام دلوں کو خوش کرنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی ہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی کا تنگ دائرہ نہیں ہے اور اگر توجہ پیدا ہو تو اس کو کچھ پروا نہیں ہے اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک ادنے بات ہے یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس مبارک یادگار میں پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائے گی اور یہی مسلمانوں کو توقع ہے جمعہ کے دن کو کچھ مسلمانوں سے ہی خصوصیت نہیں بلکہ یہ دن عیسائی مذہب میں بھی قابل تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دیئے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑ یہی واقعہ ہے یہودیوں کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ مصر سے نہیں نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت میں بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی اراراٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگاریں قائم ہو سکتی ہیں اور مسلمان اس بات پر راضی ہیں کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلیں بند کر کے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دیجائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ میں ایک حقیقی مصالحت کی بنیاد ڈالے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا کہ وہ فوق العادت تصور کیا جائے گا اگرچہ گورنمنٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانوں کے حالات سے ذاتی واقفیت مجھ کو اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریق نہیں اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ میموریل ارسال حضور کیا جاتا ہے اور امید کیجاتی ہے کہ توجہ سے اس پر غور کی جائے خاص کر میرے لئے جو ہمیشہ اس سعی میں ہوں کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص میں ترقی کریں اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایات ثابت کرنے کے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہیں اس لئے میں اس غرض کے لئے جرأت کرتا ہوں کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جاوے اور اس کو ایک معمولی عرضی سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے اور نہ یہ تصور کیا جائے کہ صرف ایک شخص کی یہ درخواست ہے بلکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں یہ ایک شخص کی درخواست نہیں بلکہ ایک لاکھ معزز مسلمان کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہیں اس لئے ضروری نہیں سمجھا گیا کہ ان کے نام لکھے جائیں اور میں ان سب کی طرف سے بطور ایڈووکیٹ ہو کر امید بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہوں اور دعا پر ختم کرتا ہوں +

لاہور میں مسلمانوں کے ایک مذہبی جلسہ کی تیاریاں

ہم اس امر کو کمال مسرت سے شائع کرتے ہیں کہ انجمن نعمانیہ لاہور کا چندھواں سالانہ جلسہ ۲۳ و ۲۴ جنوری و یکم فروری سنہ ۱۹۰۳ء کو (جمعہ ہفتہ اور اتوار کے دن) بمقام لاہور بڑی دھوم دھام اور شان سے منعقد ہوگا جس کے لئے ابھی سے [illegible] کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس انجمن کا مقصد خاص مذہبی ہے پولیٹکل معاملات وغیرہ سے اس کو کوئی سروکار نہیں اور سب سے بڑی خصوصیت اس انجمن کی یہ ہے کہ نہ صرف مختلف اسلامی فرقوں کے متعلق بلکہ غیر مذاہب والوں کے مقابل بھی اسکی پالیسی بالکل صلح پسندی کی ہے۔ [illegible] پنجاب بلکہ ہندوستان کے دیگر حصوں کے بڑے بڑے نامی علماء اور مشاہیر اور لیکچرار اس کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوتے ہیں اور اپنی فصیح و بلیغ تقریروں سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں گذشتہ جلسہ میں علاوہ لاہور کے علماء و فضلاء اور لیکچراروں اور شعراء کے امرتسر۔ پشاور۔ گوجرانوالہ۔ گجرات۔ سیالکوٹ۔ لدھیانہ۔ کانگڑہ۔ پٹیالہ۔ بٹالہ۔ بہاولپور۔ دہلی۔ لکھنؤ۔ جالندھر۔ ہوشیارپور۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ الہ آباد۔ سرہند وغیرہ مختلف مقامات کے بہت سے معزز رئیس اور بزرگان قوم شریک ہوئے تھے اور وعظ اور تقریروں اور نظموں نے جو سماں باندھا تھا ...

جو اس رعایت سے مستفید ہونا چاہیں وہ براہ عنایت بہت جلد سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں اپنے عزم تشریف آوری کی اطلاع دیکر تصدیق کی سند سکرٹری صاحب سے منگوالیں۔"

۶۔ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء

(صبح کی سیر)

معمول کے موافق اعلیٰ حضرت سیر کو نکلے۔ طاعون کے معمولی تذکرہ کے ضمن میں فرمایا "موت بھی ایک وقت ہے جو انسان پر آتا ہے اور یہان آکر سب علوم ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں بتا سکتا"

بعض احباب نے خواب سنائے اور تعبیر سنی۔ خواب میں اپنا ختنہ کرنا۔ اس سے مراد طریق تقویٰ اختیار کرنا اور شہوات کا کاٹنا ہے۔ قیامت کی خبر سننا اس کی تعبیر دینداروں کی فتح اور بے دینوں کی ذلت ہے کیونکہ قیامت کو یہی ہوتا ہے فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر اس کی شہادت ملتی ہے۔

فرمایا میرے الہام میں طاعون کے متعلق آیا ہے یاتی علیٰ جھنم زمان لیس فیھا احد۔ جہنم سے مراد اس الہام میں طاعون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ طاعون کا نام و نشان نہ ہوگا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام سے اس حدیث کی بھی تازہ صحت ہو گئی جو انہیں الفاظ میں جہنم کے متعلق ہے اور بارہا الحکم میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ جب اول اول طاعون زور سے نمودار ہوئی تو حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک بار فرمایا ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما والی دعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتا تھا کہ میرے دل میں یہی پڑا کہ عذاب جہنم میں جہنم کے عذاب مادہ اور اسی طاعون کا عذاب بھی ہے اس الہام نے اسکے معنی کی بھی تصدیق کر دی۔

پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا۔ جب طاعون خاموش ہو جائے گی تو پھر یغاث الناس و فیہ یعصرون یعنے بارشیں ہونگی اور فصلیں پکیں گی۔ کشادگی ہوگی مگر یہ سب کچھ اپنے وقت پر ہوگا۔

فرمایا نیکی کی یہ بھی جڑ ہے کہ دنیا کے جائز لذات اور شہوات میں بھی حد اعتدال سے نہ بڑھے مثلاً کھانا پینا حرام تو نہیں مگر یہ بھی مناسب نہیں کہ رات دن کا شغل ہی یہ ہو .... یہ لذات دنیا اسواسطے ہیں کہ نفس کا گھوڑا اس دنیا کی راہ میں کمزور نہ ہو جیسے یکہ والے سفر میں دو چار کوس پر دم دیتے ہیں اور نہاری وغیرہ کھلاتے ہیں تاکہ پہلا تکان رفع ہو جاوے۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے جو حظ دنیا کا لیا ہے وہ اسی قسم کا ہے کیونکہ اصلاح عالم کا ایک بڑا کام انکے سپرد تھا اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہوتا تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے ارحنا یا عائشہ ہمکو راحت پہنچا۔

انبیاء علیہم السلام کا یہ دستور نہیں ہوتا کہ وہ حظوظ دنیا میں منہمک ہو جائیں۔ منہمک ایک زہر ہے۔ ایک بد معاش آدمی جو چاہتا ہے کھاتا پیتا اور کرتا ہے اسیطرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اسپر نہیں کھل سکتی ہیں جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے خدا کو اسکا پاس ضروری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ کھانے پینے اور تنعم کا نام بھی تقویٰ ہے جائز امور میں حد اعتدال سے بڑھنا بھی گناہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے حضرت عمر اجازت لیکر اندر گئے تو دیکھا کہ ایک کھجور کی چٹائی بچھی ہوئی ہے جسپر لیٹنے سے پہلوؤں پر ان تنکوں کے نشان ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کی اور چاروں طرف نگاہ کی تو صرف ایک تلوار ایک گوشہ میں لٹکتی ہوئی نظر آئی یہ دیکھ کر انکے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ خیال آیا ہے کہ قیصر و کسریٰ جو کافر ہیں انکے لئے کسقدر تنعم ہے اور آپ کے لئے کچھ بھی نہیں فرمایا میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے کہ جس سے میں حرکت و سکون کر سکوں۔ میری مثال ایسی ہے جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو اور جب سورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھکر تھوڑی دیر اسکے نیچے آرام کرے جوہی ذرا پسینہ خشک ہو پھر چل پڑے۔ یہ اسوۂ حسنہ ہے جو اسلام کو دیا گیا ہے۔

ایڈیٹر۔ ونعم ما قیل

نے بنقش و نگار عیش نے بہ چشم خویش کار

فرمایا مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ اسقدر بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ جنکا شمار نہیں۔ خدا بینائی جاتی رہے تو اندھا ہو جاتا ہے اور پھر گویا موت ہی ہے ایسا ہی ایک بیماری ہوتی ہے کہ پاخانہ بند ہو کر منہ کے راستہ نکلتا ہے ایسا ہی گردہ اور مثانہ کی خطرناک بیماریاں ہیں کہ نگار رنگ کے سرخ سبز سیاہ پتھر اندر ہی اندر بن جاتے ہیں اسکا کوئی خاص سبب بھی بیان نہیں کر سکتے امراء جو نفیس غذائیں اور عمدہ پانی استعمال کرتے ہیں وہ ایسے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ دو شخص ایک ہی مقام پر ایک ہی قسم کی خورد و نوش رکھتے ہیں لیکن ایک ایسے عوارضات میں مبتلا ہو جاتا ہے دوسرا نہیں۔ غرض کچھ کہہ نہیں سکتے یہی وجہ ہے کہ طب کا نام ظنی علم رکھا ہے علل مادیہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیقات کرتے ہیں مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ الہام یا کشف کے وقت جو غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے اس کا کیا باعث ہے؟ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب انکو کسی بات کا سبب معلوم نہ ہو تو اسکا انکار کر دیتے ہیں۔ اسی لئے لوگ وحی اور الہام کے منکر ہیں۔ مگر یہ علوم بے انتہا ہیں جب تک انسان بے اعتدالیوں کا حصہ دور نہ کرے ان سے واقف نہیں ہو سکتا۔

منہ دل در تنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی ۔ کہ میخواہد نگارمن تہیدستان عشرت را

پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى

جو جابر خواہشیں اپنے مقام اعتدال سے بڑھ جاویں ان کا نام ہوا ہے ہے فرمایا ۳ سال کے قریب عرصہ ہوا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ بٹالہ کے مکانات میں ایک حویلی ہے اس میں ایک سیاہ کمبل پر میں بیٹھا ہوا ہوں اور لباس بھی کمبل ہی کی طرح کا پہنا ہوا ہے گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہوں اتنے میں ایک شخص لمبے قد کا آیا اور اس نے پوچھا کہ مرزا غلام احمد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میں ہوں اس نے کہا میں نے آپکی تعریف سنی ہے کہ آپ کو اسرار دینی اور حقایق و معارف میں بہت دخل ہے یہ تعریف سنکر میں آیا ہوں مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا اس کے بعد اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جو بہ کر رخسار پر پڑ رہے تھے اس کی ایک آنکھ اوپر تھی اور ایک نیچے اور اسکے منہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔

تہیدستان عشرت را

اس کا مطلب یہی سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہیں ملتا جب تک وہ اپنے اوپر ایک موت وارد نہ کرے۔ اس پر ابو سعید عرب صاحب نے منہ و جہ عنوان آپ کا شعر پڑھا آپ نے فرمایا میں الحمد للہ مصرعہ گویا یادگار کے طور پر رکھ لیا ہے۔

دربار شام

عربی تصانیف کے متعلق اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ سلسلہ نہ ہوتا تو یہ مولوی ہماری جماعت کو نظر استخفاف سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ لوگ جاہل ہیں مگر اب خود بھی بولنے کے لائق نہیں ہیں۔

اسی سلسلہ کلام میں ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ میں نے حضور کی تصنیفات کو مطالعہ نہیں کیا مگر میرا ایمان ہے کہ حضور بالکل سچے ہیں اور مسیح اور مہدی کا دعوے حق ہے مگر دوسرے لوگوں سے کلام کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ حضور کی زبان مبارک سے مسیح موعود ہونے کا ثبوت سنیں حضرت اقدس نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا ہم اس کو اختصار کے طور پر لکھیں گے کیونکہ اس مضمون کے متعلق بسط کے ساتھ کلمات طیبات میں بھی ایک مضمون چھپ رہا ہے بہر حال آپ نے فرمایا۔

مسیح موعود ہونے کا ثبوت

قرآن پر تدبر سے نظر کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ دو سلسلوں کا اس میں ذکر ہے اول وہ سلسلہ جو موسیٰ سے شروع ہو کر مسیح علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے یہ اس شخص پر ختم ہونا چاہیے جو مثیل مسیح ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا

موسوی اور محمدی سلسلہ

اور پھر سورۃ نور میں وعدہ استخلاف فرمایا کہ جس طرح پر موسوی سلسلہ ہوگا رہا ہے اسی طرح پر محمدی سلسلہ بھی ہوگا تاکہ دونوں سلسلوں میں بموجب آیات قرآنی باہم مطابقت اور موافقت تامہ ہو چنانچہ جب کہ موسوی سلسلہ آخر عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا خاتم بھی عیسیٰ موعود ہوتا۔ ان دونوں سلسلوں کا باہم تقابل مرایا متقابلہ کیطرح ہے یعنی جب دو شیشے ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جاتے ہیں تو ایک شیشہ کا دوسرے میں انعکاس ہوتا ہے۔

موسوی مسیح اور محمدی مسیح

اور اس تقابل سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا اعظم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھیرے۔ اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہ ہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت دنیا میں عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ اون سب سے بڑھ کر آپکی عظمت دکھاوے تاکہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو۔ دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خدا اس مصلحت کو مد نظر نہ رکھتا کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالایق کو بھیجیں اور کہیں کہ گو یہ نالایق ہے مگر اسکی بات مان لو۔ اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آیا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا۔ جسقدر انبیاء علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک ایک خاص قوم کے لئے آتے تھے اور اُنکی شریعت مختص القوم اور مختص الزمان تھی۔ مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جنکے لئے حکم ہوا کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ - قُلْ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ اس لئے جسقدر عظمتیں آپکی بیان ہوئی ہیں مصلحت الٰہیہ کا یہی تقاضا تھا کیونکہ جس پر ختم نبوۃ ہونا تھا اگر وہ اپنے کمالات میں کوئی کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آیندہ امت میں رہتی۔

کیونکہ جسقدر کمالات اللہ تعالیٰ کسی نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اسکی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جسقدر کمزور تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی ضعف اسکی امت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا۔

اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں تعلیموں میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقایق اور معارف سے بھرا ہوا ہے توریت انجیل بالکل اُن سے خالی ہے اُنکی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے۔

ان دونوں سلسلوں کا اقتضا سوچ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاق اور اسمٰعیل دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھی نصفا نصف تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم تطابقت اور عین موافقت ہوتی۔

اسمٰعیل کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا جسکی امت کو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو کیونکہ وہ لوگ جنکو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی

وہ ماضی علوم کی کتاب شریعت کے ماننے والوں کو کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر ہی ہوگئے۔ اور انکے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اسی لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے۔ جو علوم قرآن مجید لیکر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقایق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھی ترقی علوم و فنون سب اسی زمانہ میں ہوتا بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔

اس **مقام** پر عرب صاحب نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی یونان وغیرہ میں علوم کا چرچا تھا۔ فرمایا علوم سے مراد دنیوی علوم نہیں ہے اور نہ ہمیں ان ارضی علوم سے کچھ تعلق ہے علوم حقیقی وہی ہوتے ہیں جو انبیاء لے کر آتے ہیں اور ارضی اور سفلی علوم جو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں جیسے تار۔ ریل غبارہ یا کلوں کی ایجاد وغیرہ یہ کھیلیں ہیں اور ارضی چیزیں ہیں جو جو ہی انسان مر جاتا ہے اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہیں مگر وہ علوم جو انبیاء لیکر آتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کو کبھی فنا نہیں ان علوم سے مراد **خدا کے علوم ہیں**۔ پھر اسی سلسلہ میں اصل مطلب کیطرف رجوع کرکے فرمایا) یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف جو علوم لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی اور کتاب میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ توریت میں کسی علوم کا ذکر نہیں اور انجیل میں نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی عظمت کے بڑے بڑے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں عظیم الشان علوم ہیں جو توریت و انجیل میں تلاش کرنے ہی عبث ہیں اور ایک چھوٹے اور بڑے درجہ کا آدمی اپنے اپنے فہم کے موافق ان سے حصہ لے سکتا ہے۔

توریت کو دیکھو کہ ہستی باری تعالےٰ اور قیامت کے متعلق ایک بھی فقرہ اس میں نہیں ہے ادھر قرآن شریف کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے کیسے دلائل بھرے ہوئے ہیں اور پھر عقلی اور نقلی دو نو طرح کے ثبوت ہیں قرون اولیٰ میں صرف نقل ہی نقل تھی۔ پھر یہود۔ نصاریٰ۔ آریہ۔ برہمو نیچری غرض سب فرقوں کا رد اس میں موجود ہے غرض قرآن شریف ایک مکمل اور اتم کتاب ہے اللہ تعالےٰ نے جب دیکھا کہ خلقت میں علوم حاصل کرنے کے دماغ موجود ہو گئے ہیں تو اس نے قرآن جیسی کتاب بھیجدی۔

غرض یہ سلسلہ موسوی سلسلہ سے کسی حصہ میں کم نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تو مماثلت اور مطابقت میں فرمایا کہ بدی کا حصہ بھی تم کو ویسے ہی ملیگا جیسے یہود کو ملا۔ اور اس سلسلہ کی نسبت بار بار ذکر ہوا کہ آخر تک اس کی عظمت قائم رکھیگا سورۃ فاتحہ میں بھی اس کا ذکر ہے جب کہ **غیر المغضوب علیہم ولا الضالین** فرمایا۔

مغضوب سے مراد یہودی ہیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی کیسے مغضوب ہوئے۔ انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا اور حضرت عیسیٰ کا انکار کیا تو ضرور تھا کہ اس امت میں بھی کوئی نہ ایسا ہوتا۔ اور ایک مسیح آتا جس سے یہ لوگ انکار کرتے۔ اور یوں مماثلت پوری ہوتی۔ ورنہ کوئی ہمکو بتائے کہ اگر اسلام پر ایسا زمانہ کوئی آنے والا ہی نہ تھا اور نہ کوئی مسیح آنا تھا پھر اس دعا کے مانگنے کی تعلیم کا کیا فائدہ تھا۔ قرآن شریف کی مختلف آیات کے جمع کرنے سے اور پھر ایک جائی نظر کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آنیوالا مسیح ضرور اس امت میں سے ہوگا اور حدیث بھی اسکی شرح کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس امت میں سے ہوگا۔

غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سلسلوں میں بالکل مطابقت ہو اور محمدی سلسلہ میں آنیوالا خاتم الخلفاء مسیح کے رنگ پر ہوگا۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ **اِمامُکم منکم** یعنے وہ امام تم ہی میں سے ہوگا۔

سوال ہوا کہ مسیح کس قوم سے ہوگا؟ فرمایا مہدی کی بابت تو مختلف روایات ہیں مگر مسیح کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا۔ اور یہ لطف کی بات ہے کہ چونکہ کسی قوم کا ذکر نہیں ہے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ اوپر سے آنے والا ہے اس لئے اس دعویٰ میں آجتک کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ افترے کا کام لیتا مہدی کا ذب ہونے کے دعوے جو بہت لوگوں نے کئے اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کی قوم کا ذکر تھا جہاں جسکو گنجایش ملی اپنی پاؤں جماکر دعوے کر دیا۔

پوچھا گیا کہ عیسائی لوگ توریت کو نہیں مانتے انجیل کو مانتے ہیں فرمایا انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ توریت کی شرح ہے اور عیسائی لوگ توریت کو الگ نہیں کرتے جیسے مسیح توریت کی تشریح بیان کرتے تھے اسیطرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان کرتے ہیں جیسا کہ وہ مسیح موسیٰ سے چودہ سو برس بعد آئے تھے اسیطرح ہم بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا **بعض مخالف کہتے ہیں ہم بھی تو اھدنا الصراط المستقیم** کہتے ہیں ہمکو یہودی اور مغضوب کیوں کہا گیا ہے فرمایا کہ یہودی بھی تو ہدایت اب تک طلب کرتے ہیں اور **اھدنا الصراط المستقیم** مانگ رہے ہیں اور توریت پڑھتے ہیں پھر گمراہ کیوں ہوئے۔

خلیفہ

عرب صاحب نے خلیفہ کے معنے دریافت کئے فرمایا خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اسکو دور کرنے کیواسطے جو انکی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

مثلاً گذشتہ انبیاء میں جو خلیفہ ہوئے وہ دو ہی توجہ مقاصد توریت کے کھول کر بیان کیا کرتے تھے۔ ورنہ تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ یہود کو جو توریت میں یہ تعلیم تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ مگر توریت کا اس عدل سے وہ مطلب نہ تھا جو یہودی لوگ اپنی جھوٹی روایتوں اور حدیثوں کی بنا پر اصل اخلاق کو دور کرکے ظاہری شریعت کے پیچھے لگ گئے کہ اگر ظاہر شریعت پر عمل نہ کرینگے تو گنہگار ٹھیرینگے اور عفو گویا بالکل بھول جانا چاہئے حالانکہ اس سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے کہ وہ کیوں عفو کی عادت ترک کر بیٹھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بنی اسرائیل چار سو برس کی غلامی کیوجہ سے فرعونیوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے جو ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے تو اس لئے بہت سے مفاسد انہیں پیدا ہو گئے تھے اور چال چلن خراب ہوگیا تھا۔ اس ظالمانہ عادت کی بیخ کنی کے لئے عدل کے رنگ میں یہ تعلیم انکو دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کو الٹا سمجھا۔ ورنہ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اخلاق کا وہ حصہ جو عفو کہلاتا ہے